رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

مسلم مشنری

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی

مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت سالانہ تین روپے

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے۔

جلد ۵	بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۹ء	نمبر ۸

فہرست مضامین

۱۔ شذرات ... ۳۳۷
۲۔ اسلام کا جذب نفت الطیبی ... ۳۳۸
۳۔ ووکنگ مشن کی مقبولیت ... ۳۳۹
۴۔ تاریخ میں ایک درخشندہ شخصیت ۳۴۱
۵۔ عملی فرائض اسلام ... ۳۴۵
۶۔ دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ ۳۵۳
(۷) خطبات لندن مسلم نماز گاہ ... [illegible]
(۸) اسلام عیسائیت اور مسئلہ قسمت ... [illegible]
(۹) صفات الہٰی ... [illegible]
(۱۰) اذان ... [illegible]
(۱۱) عابد حیوان ناطق ... [illegible]
(۱۲) نظم در مدح قرآن کریم ... [illegible]

اسلامیہ سٹیم پریس بھاٹی دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے [illegible]

فہرست کتب اشاعت اسلام بکڈپو لاہور

محصول ڈاک بذمہ خریدار

نام کتاب	قیمت
۶ پرچے اشاعت اسلام سنہ ۱۹۱۴ء	۱۲/
۱۱ پرچے ؍؍ سنہ ۱۹۱۵ء	عہ ۱۲/
۱۱ پرچے سنہ ۱۹۱۷ء	عہ ۱۲/
براہین نیرہ	۱۲/
اُسوہ حسنہ	۸/
ام الالسنہ	۱۲/
لمعات انوار محمدیہ	۶/
خطبات غربیہ مکمل سٹ	عصہ/
مسلم مشنری کے ولائتی لیکچر حصہ اول	۱۰/
؍؍ حصہ دوم	۱۰/
؍؍ حصہ سوم	۱۰/
پرتگال کی دلجوئی	۱/
نکات القرآن حصہ اول	۸/
؍؍ حصہ دوم	۸/
؍؍ حصہ سوم	۱۰/
؍؍ حصہ چہارم	۱۰/
حدوث مادہ	۵/
جمع قرآن	۱۲/
حقیقۃ المسیح	۳/
تائید حق	۸/
اسرار سلیمانی مجلد	۶/
توحید	۱/
طریق فلاح	۱/
مادہ فانی	۱/
کرشن اوتار	۱/
پیغام صلح	۱/

نام کتاب	قیمت
ادیب النسوان	۴/
انشائے النسوان	۴/
صبر کی دیوی	۳/
خورشید جہاں	۴/
رفیق مرزا	۳/
زنانہ خطوط	۵/
لیکچر اسلام از مسز اینی بسنٹ	۳/
مسدس حالی	۸/
زنانہ حساب کتاب	۱۰/
تعلیم الصبیان	۳/
مناجات بیوہ	۲/
رباعیات حالی	۴/
جام کوثر	۴/
راہ جنت	۳/
امام حسین	۴/
۱۶ دلچسپ کہانیوں کا مزیدار سٹ	عہ/
ناصح مشفق	۳/
لندن میں جلسۂ مولود النبی صلعم	۳/
لیکچر اسلام	۱/
جام عرفان ۔ نظم	۱/
ہنر آموزی	۴/
کھانا پکانا	۴/
اخلاقی کہانیاں	۴/
تعلیم النسواں کی پہلی کتاب	۲/
؍؍ دوسری کتاب	۳/
؍؍ تیسری کتاب	۴/

المشتہر خواجہ عبدالغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام بکڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۵) بابت ماہ اگست ۱۹۱۹ء نمبر (۸)

شذرات

بہ سفر رفتنت مبارکباد
بسلامت روی و باز آئی

یہ خبر ناظرین کرام کے لئے مسرت آمیز ہوگی۔ کہ حضرت مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے بی۔ ٹی مسلم مشنری معہ دو رفقاء (جناب مولوی دوست محمدؐ صاحب ایڈیٹر پیغام صلح و جناب مولوی عبد اللہ جان صاحب پشاوری) مشن کی خدمت کو سرانجام دینے کیلئے ووکنگ تشریف لیگئے ہیں۔ مجاہدین فی سبیل اللہ کا قافلہ حضرت مولوی صاحب موصوف کی قافلہ سالاری میں مورخہ ۲۶ جولائی سنہ ۱۹۱۹ء کو بمبئی سے جہاز پر سوار ہُوا ہے +

ناظرین کرام سے استدعا ہے کہ وہ اس مجاہد قافلہ کے لئے جو محض اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنے وطن اور بال بچوں کو چھوڑ کر گیا ہے خاص اوقات میں دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اُن کو اُنکے مقاصد عالیہ میں مظفر و منصور فرمائے۔ اور انہیں اپنے وطن میں بخیریت تمام واپس لائے۔ آمین ثم آمین +

حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب امین مسلم مشن ووکنگ بھی انگلستان تشریف لیگئے ہیں۔ اور آپ بھی حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب کے ہمسفر ہیں اللہ تعالےٰ انہیں بھی بخیریت تمام واپس لائے۔ آمین ثم آمین

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب آجکل شملہ میں ہیں اگرچہ آپ کی طبیعت پہلے سے اچھی ہے مگر پوری صحت نہیں۔ احباب اس نافع الناس وجود کی صحت کامل و عاجل کے لئے خصوصیت سے دعا کریں +

شکریۂ احباب

کثرت سے دوستوں نے خطوط میرے ولایت سے آنے پر مجھے بھیجے ہیں میں اُن سب کی یادآوری کا مشکور ہوں میری صحت بحمد اللہ پہلے سے اچھی ہے لیکن اس امر کی متقاضی نہیں کہ میں فرداً فرداً احباب کو جواب دے سکوں میں سب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جس کسی کو کوئی خاص وقت نصیب ہو میرے لئے دعا کرے۔ والسلام

(مسلم مشنری) خواجہ کمال الدین (پتہ اہری کاٹیج - چھوٹا شملہ

اسلام کا جذب مقناطیسی

حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی (مترجم انگریزی ترجمہ قرآن) کیخدمت میں ایک نومسلم انگریز کا خط ان دنوں موصول ہوا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں وہ مقناطیسی قوت ہے کہ یہ معقول طبائع کو اپنی طرف کھینچ سکتا ہے۔ اور جو لوگ کچھ بھی مذہبی حس رکھتے ہیں وہ اسلام کی معنوی خوبیوں کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے صاحب مراسلت لکھتے ہیں :-

مجھے اس وقت آپ کے ترجمۃ القرآن کی ایک جلد ملی ہے۔ اور میں اس خوشنما اور دیدہ زیب تصنیف پر آپ کو مبارکباد عرض کرتا ہوں۔ کیونکہ آپنے اس کو نہایت خوبی سے مرتب کیا ہے۔ اگر آپ کی وہ تصنیف

جس کا ذکر آپ نے دیباچہ میں کیا ہے ختم ہو چکی ہے۔ تو میں اس کی تکمیل کی خبر نہایت خوشی سے سنونگا تاکہ میں اس کو بھی منگوالوں +

میں اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر آپ کو اپنے حالات سے کسی قدر مطلع کرتا ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ آپ براہ مہربانی اسمیں دلچسپی لیں گے +

میں ایک برطانوی افسر ہوں اور میرا اصل وطن آئرلینڈ ہے۔ میں ابھی ابھی عراق عرب سے ہندوستان میں آیا ہوں۔ اگرچہ میں آئرش ہوں۔ مگر میں انگلینڈ میں رہتا ہوں۔ مجھے مذہب سے ہمیشہ ایک خاص دلچسپی رہی ہے۔ اور فوجی ملازمت میں منسلک ہونے سے پیشتر میں کئی سال تک عیسائیت کا مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ عراق عرب میں جا کر جس کو آج تقریباً سال ہوا ہے مجھے اسلام میں داخل ہونے کی مسرت حاصل ہوئی ہے۔ مجھے اسلام کے مفصلہ ذیل اوصاف نے خصوصیت سے اپنی طرف کھینچا ہے +

(۱) مسلمانوں میں رنگ و ذات پات کا کوئی امتیاز نہیں۔ حالانکہ صبیح اللون عیسائیوں میں اس قسم کے امتیازات ہیں تاریخ دنیا میں یہ امتیاز جو اسلام کو حاصل ہے اسی کا حصہ خاص ہے

(۲) ان مسلمانوں کی سیدھی سادہ زندگی جن کو مجھے ملنے کا اتفاق ہوا ہے +

(۳) اسلام کی صاف سیدھی تعلیم جس میں سوائے خدا تعالےٰ کے کسی دوسرے معبود کی پرستش نہیں اور عملی طور پر نیک اعمال کرنا اور تمام کائنات سے انصاف سے پیش آنے کی ہدایت موجود ہے خواہ وہ حیوان ہوں یا انسان یا فرشتے +

حقیقت میں اسلام میں یہ خوبیاں ایسی ہیں کہ انہوں نے اسلام کو مذاہب عالم میں ایک اُمّی اور مستقل سبق دیدیا ہے۔ اور روحانی اور اخلاقی اوصاف میں کوئی مذہب اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا +

ووکنگ مشن کی قبولیت

ووکنگ مشن نے جو قبولیت حاصل کی ہے وہ کسی توضیح و تشریح کی محتاج نہیں۔ مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ ان میں اب اس خدمت اسلام کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ مدراس سے

ایک صاحب جن کا نام نامی **بی داؤد شاہ** ہے۔ اور جو ایک قابل گریجوایٹ ہیں حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں ایک خط میں دوکنگ مشن کی خدمات کا ذکر کرتے ہُوئے اپنی زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دوکنگ مشن نے نہ صرف اعلیٰ درجہ کی قابلیت کے انگریزوں کو ہی حلقہ بگوش اسلام نہیں بنایا۔ بلکہ مسلمانوں کو بھی حقیقتِ اسلام سے آگاہ کیا۔ چنانچہ اس کا اعتراف اس خط میں بھی موجود ہے غیر تو غیر مسلمان خود اب اسلام سے ناآشنا ہیں۔ اور مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے برادران اسلام کو اسلام کی حقیقی اور اصل خوبیوں سے آگاہ کرکے انہیں سچے مسلمان بنائیں +

محولہ بالا خط کا ضروری اقتباس ہدیہ ناظرین کرام ہے:۔

مسلم مشن دوکنگ نے خدمت اسلام کا جو کام سر انجام دیا ہے وہ اب شہرۂ آفاق ہو چکا ہے۔ گذشتہ چند سال کے عرصہ میں اس مشن نے مشرق و مغرب میں نہایت حیرت انگیز کارنامے کئے ہیں۔ اسلامک ریویو نے مذہبی اور سائنٹیفک دماغ کیلئے ایک نیا نظارہ پیش کیا ہے۔ اور ابھی اُمید ہے کہ زمانہ مستقبل میں وہ بہت کچھ کرکے دکھائے گا۔ اُس نے ابھی سے مغربی دماغ سے اس پردہ کو اُٹھانا شروع کر دیا ہے جو اسلام کی صداقت کے متعلق پڑا ہوا تھا۔ اور ان ہندوستانی مسلمانوں کے ایمان و ایقان کو بھی مستحکم کیا ہے۔ جنکی تعلیم انگریزی طرز پر ہوئی ہے میں اپنی نسبت

The Islamic work done by the Muslim Mission at Woking, England is not unknown througout the world, during the past few years the Mission had turned out wonderful work in the west as well as in the East. The "Islamic Review" has opened a new Vista to the dcientific as well as the religious mind and has got much in store for the future. It has already begun [illegible]

یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں "اسلامک ریویو" کے مطالعہ کے بعد پہلے سے ہزار درجہ بہتر مسلمان ہوگیا ہوں۔ اسلئے میں اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے کو تیار ہوں +

the western mind regarding the truth of Islam and has also made firm the belief of English educated Indian Muslims. For my part I have after reading the "Islamic Review" a thousand times a better Muslim than what I was before. I am therefore ready to sacrifice my whole life for the cause of Islam.

اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اسلامک ریویو نے مسلمانوں میں کیسا عظیم الشان کام کیا ہے۔ وہ لوگ جو انگریزی تعلیم کے اثر سے اسلام پر مضحکہ اڑایا کرتے تھے جو اسلام کو ایک نیشنلٹی کا ایک شیرازہ سمجھتے تھے جو مذہب سے نہ صرف ناآشنا بلکہ بیزار تھے آج اس کے حسن معنوی پر شیدا ہیں۔ اور اس کے لئے اپنی زندگی قربان کرنے کیلئے تیار ہیں۔ کیا اب بھی مسلمان من حیث القوم ووکنگ مشن کی اہمیت کو تسلیم کرکے اسے مدد نہ دیں گے +

تاریخ میں ایک درخشاں شخصیت

(از قلم جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء)

حضرت محمد صلعم تاریخ میں ان نامور لوگوں میں سے ہیں جن کی شخصیت نے زمانہ کے مٹ جانے والے تاثرات کا مقابلہ کیا۔ لیکن پھر بھی آپ کی ذات بابرکات کو کبھی بھی فوق الانسانی کا رتبہ نہیں دیا گیا جیسا کہ گذشتہ ازمنہ کے بعض سادہ لوح مریدین نے اپنے معلمان مذہب کے سر تھوپا +

مکہ معظمہ کے بازاروں میں ہم ایک تندرست و توانا۔ درمیانہ قد کشادہ شانے ترچھی نگاہیں۔ خوبصورت و دلفریب خط و خال والے انسان کامل کو نہایت ہی نیازمندانہ

خاکسارانہ گشت لگاتے ہوئے مشاہدہ کرتے ہیں جس سے کہ معصوم ننھے ننھے بچوں کو فطرتاً انس والفت و محبت ہے۔ اور جس کی ہموطن عزت و توقیر کرتے ہیں۔ اور جسے ان لوگوں نے "الامین" کے معزز و ممتاز لقب سے ملقب کیا ہے +

پھر اسی انسان کامل کو عین عنفوان جوانی میں اپنے ہموطنوں کی اخلاقی و مذہبی پستی و انحطاط سے بیزار ہو کر حرا کی چوٹی پر تلقین تبلیغ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اور کہ جس کا قلب مضطر اس پاک ہستی کے عشق و محبت میں محو ہو کر اس ارفع و اعلیٰ ہستی کی طرف بلند پروازی کرتا ہے۔ جو کہ مدت مدید تک مصفیٰ قلوب سے مخفی نہیں رہتی +

اس عابد حقیقی نے غار حرا میں ہی الرحمن الرحیم کی ہستی اور اپنے ہموطنوں کی ناگفتہ بہ حالت زار سے آگاہی حاصل کر لی۔ اور وحدانیت کے ارفع و اشرف خیالات سے کہ جس سے ہر ایک متنفس لازماً متاثر ہوتا ہے علی الاعلان بہانگ دہل توحید کی تبلیغ کا اعلان شروع کر دیا۔ اور مسئلہ نجات کی لوگوں کو تعلیم دی۔ اور اپنے شہریوں کی تادیب و تہذیب کیلئے سر توڑ کوشش شروع فرما دی۔ تاکہ انہیں عصیان و غلطیوں کی قعر مذلت سے نکال کر انہیں مخلصی دلائی +

لیکن اسی انسان کامل کو کہ جس کو تکالیف و اذیت کا تختۂ مشق بنایا گیا جس کے ساتھ ہر ایک قسم کی سب و شتم روا رکھی گئی۔ جسے جلا وطن کیا گیا۔ اور یہاں تک کہ موت کے گھاٹ بھی اتارنے کی دھمکی دی گئی۔ اب اسی انسان کامل۔ اسی رہبر حقیقی۔ اسی مزکی و معلم کو دفعتاً وہی جفا کش ظالم لوگ سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔ اور دل و جان سے اسکی عزت و احترام کرتے ہیں جس کی وجہ یہ تھی۔ کہ آپ کے قلب منیر نے اس وقت کی مروجہ فحش بد اخلاقیوں اور عصیاں کے خلاف روحانی جنگ ٹھان لی تھی۔ اور ان سے اپنے آپ کو آزاد رکھنے کا تہیہ کر لیا ہوا تھا۔ اور کہ اپنے عقیدہ و ایمان کو مشتہر کرنے کی قوی جرأت تھی۔ اور کہ آپ کے قلب تپاں میں اپنے ہموطنوں کو صراط مستقیم پر چلانے کی تڑپ تھی کیونکہ آپ کو اس بات کا قوی عزم ہو چکا تھا۔ کہ آپ کے تقرر کی اصل غرض و غایت نسل انسانی کو واحد رحیم علیم بصیر غفور رؤف مطلق ذات اقدس کی طرف دعوت دینا ہی ہے +

چونکہ آپ اصنام پرستی کے استیصال کے درپے تھے۔ اسلئے وہ بُت پرست جو اعلائے کلمۃ اللہ سے پیشتر آپ سے شدید اُلفت و محبت رکھتے تھے۔ اب آپ کے خون کے پیاسے ہوگئے۔ اور آپ کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ لیکن آپؐ کی حیرت انگیز صبر و استقامت نے سب مشکلات پر قابو پالیا۔ آخر الامر کچھ عرصہ کے بعد ایک اور انقلاب ہُوا جسمیں کہ حق نے باطل پر اور تقویٰ و پارسائی نے عصیاں و جرم پر فتح و نصرت حاصل کی۔ اور اس وقت اُس عظیم الشان مستقل مزاجی۔ استقامت و استقلال کے پیکر مجسم کو عالم پیری میں ہم اپنے حصول مطلب و کار منصبی میں مُظفر و منصور ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اور وہی غار حرا کا عابد غریب گلہ بان ایک انقلاب عظیم کا موجد و فاتح و حکمران عرب ہوگیا۔ بے یار و مددگار یتیم عبداللہ۔ جگر گوشۂ آمنہ۔ شاہ حرم اللہ تعالیٰ کی نصرت و فضل و مہربانی سے جزیرہ نما عرب کی اُمیدوں کا ماویٰ و ملجا بن گیا۔ آپؐ کے ہموطن اس قدر اخلاص سے آپؐ سے محبت رکھتے ہیں۔ اور آپؐ کی عزت ملحوظ رکھتے تھے۔ اور اس قدر عزت و احترام قیصر و کسریٰ جیسے بڑے بڑے نامدار شہنشاہوں کی رعایا بھی اپنے فرمانروایاں کی بھی نہ کرتی ہوگی۔ آپؐ کے پیرو اپنے بچوں و والدین سے بھی بڑھ کر آپؐ سے اُلفت رکھتے تھے۔ آپؐ نے تمام جزیرہ نما عرب پر بڑی تزک و احتشام سے مادی و رُوحانی حکومت فرمائی۔ اور عوام الناس کی راستبازی۔ فتح و ظفر و تہذیب کی طرف رہنمونی کی +

اسلامک ریویو:۔ مندرجہ بالا مسلمہ واقعات کی موجودگی میں کیا ہم یہ دعوےٰ نہیں کرسکتے۔ کہ ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد صلعم انسان کامل تھے۔ اور آپ کی ذات اقدس انسانی ہدایت کا مکمل نمونہ تھی۔ کیونکہ آپؐ کو وہ تمام مراحل زندگی طے کرنے پڑے۔ جن مراحل کو طے کرنے ہی انسانیت کمال تکمیل کو پہنچتی ہے۔ آپؐ نے ارفع و اشرف اصولہائے تمدن و معاشرت منضبط فرما کر اپنے پیچھے چھوڑے۔ جو کہ الفاظ و نصائح تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ ان سب پر آپؐ نے

موقعہ ومحل کے ماتحت عمل پیرا ہو کر دکھا دیا۔ اس خطیب اکبر کا کوئی بھی ایسا خطبہ نہیں جو ناقابل عمل ہو۔ اس مجسمہ اخلاق کی کوئی بھی ایسی اخلاقی تعلیم نہیں۔ جو خیالی وقیاسی ہو بلکہ حقیقی ہے جس پر کہ انسان روزمرہ عملی طور پر چل سکتا ہے۔ وہ دلفریب عملی تعلیمات ہمارے سب سے اعلےٰ نمونہ ہیں۔ اگر بفرض محال ہم استدلال کی خاطر ہی ایک معلم کی نصائح کو اس کے عوامل کیلئے قبول بھی کریں۔ جیسا کہ جناب مسیح کے معاملہ میں ہے۔ تو کیا جناب مسیح کا قلیل عہد نبوت (اور وہ بھی بہت حد تک ان لوگوں کے درمیان جو سفیہہ کم عقل اور ارذل تمدنی حیثیت کے تھے) اخلاق فاضلہ کی حیرت افزا شان وشکوہ کے اظہار کے موقعہ کو حاصل کر سکتا ہے۔ خواہ وہ اخلاق فاضلہ آپ میں جبلی تھے لیکن ان کے اظہار کے لئے موقع ومحل ومختلف حالات کی ضرورت لاحق ہوتی ہے لیکن اس افضائل اخلاق کے پیکر مجسم کہ جس کا ہر ایک فعل ہمارے سامنے خود ہمہ تن آئینہ عمل ہے۔ وہ سیزر وسکندر اعظم سے زیادہ تاریخی انسان ہے! اور بہت سی حالتوں میں تو آپ کی سوانحعمری ہمارے آباواجداد کی سوانحعمریوں سے زیادہ صاف وشفاف نظر آتی ہے لیکن بانی عیسائیت ایک قصّہ کہانی اور راز سربستہ سے بڑھ کر ہماری نگاہ میں وقعت نہیں رکھتا۔ چونکہ سادہ لوح دنیا کا بہت حد تک دارومدار اخفائے راز پر ہی ہوتا ہے اور مذہبی معاملات میں طبعی تحلیل وتجزیہ وچھان بین سے سادہ لوح دنیا گریزاں ہے اسلئے ایک شخصیت تو معموں ورازوں میں مخفی ہے۔ اور کہ اس کے بالمقابل دوسری شخصیت جس کی کہ عدیم النظیر عزّت وتوقیر کی جاتی ہے تابندہ درخشاں ہے! اور کہ جو برزخ کامل ہستی جامع ہے۔ اور عالم کون کی آخری معراج ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ +

سلاجیت (مومیائی)
بے ضرر زود اثر مفرد دوائی صد درجہ کی مقوی اعصاب معدہ جگر گردہ مثانہ کو مضبوط کرتی ہے زکام ریزش درد کمر یا دیگر دردوں کو بھی خواہ پرانے یا جوڑوں کے ہوں دور کرتی ہے تمام دن محنت کے بعد بہت کم تھکاوٹ اسکے استعمال سے ہوتی ہے مرد زن بچے بوڑھا ہر موسم میں بلا تمیز استعمال کر سکتے ہیں قیمت فی تولہ ایک روپیہ (عہ) خوراک ایک رتی سے دو رتی صبح و شام ہمراہ دودھ استعمال کریں
المشتہر مینیجر کارخانہ سلاجیت عزیز منزل نولکھا لاہور

عملی فرائض اسلام

(از جناب ڈاکٹر ڈرانٹ محمد صادق صاحب نومسلم)

یہ لیکچر لندن مسلم ہوس میں مورخہ ۹ مارچ سنہ ۱۹۱۹ء کو بروز اتوار دیا گیا

عوام الناس کی بہتری کے لئے جو تجویز یا تدبیر پیش کی جائے اُسکے مُتعلق آج کل خصوصاً پُوچھا جاتا ہے کہ آیا وہ مفید ثابت ہوگی۔ اور اس سے کچھ عملی نتیجہ برآمد ہوگا۔ رسُومات و اجات اور پُرانے اعتقادات ہی کو نہیں بلکہ تمام مذہبی مُعتقدات اور عبادات کو بھی عملی طور پر مفید ہونے کے لئے پرکھا جاتا ہے۔ اس مذہب کے مُعلموں اور جاننے والوں نے جس پر دُنیا کے اس حصّہ کی ایک کثیر التعداد مخلوق چلتی ہے عام طور پر یہ فیتوے دیدیا ہے کہ یہ مذہب انسانی زندگی کے لئے عملی نکتۂ خیال سے افسوسناک طور پر ناقص ہے۔ اس مذہب کے پیرو اور اُس کے مُنکر ہر دو اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ اور اسمیں اُنہوں نے جلد بازی سے کام نہیں لیا۔ مُنکر تو سالہا سال سے یہی کہہ رہے ہیں۔ مگر ان کی اس رائے پر معتقدین مذہب جو اس کی ہستی کے لئے بڑے بڑے دقیق عُذرات پیش کرتے تھے ہمیشہ مضحکہ اُڑاتے رہے۔ اب چار سال سے زیادہ عرصہ کے تجربہ کے بعد (گو تجربہ ابھی ختم نہیں ہؤا لیکن نتیجہ ظاہر کر دیا گیا ہے) معتقدین اور پیروانِ مذہب نے بھی ان لوگوں کی رائے پر صاد کر دیا ہے جنہیں وہ غدّار اور دشمن خیال کرنے کے عادی تھے +

سچّے مذہب کو اس امر کی ضرورت نہیں کہ اسکی سچائی ثابت کرنے کے لئے کوئی خاص طریق اختیار کیا جائے۔ اسکے لئے معتبر گواہی کی ضرورت نہیں بلکہ وہ خود معتبر گواہ کا کام دیتا ہے۔ وہ اپنے زور اور طاقت کی وجہ سے لوگوں کو مُعتقد بناتا ہے لیکن اسمیں جبر و تعدّی نہیں۔ اسکی صداقت حاکمانہ ہے اور اس طرح پر کہ انسان تمام اپنی کاروبار میں اس کے ماتحت چلتا ہے گو اس کا عمل کسی نہج سے بھی تحکمانہ نہیں پایا جاتا۔ یہ بجائے مجبور کرنے کے انسان کے اندر ترغیب و تحریص پیدا کرتا ہے۔ مذہب قوت پیدا کرتا ہے اور انسان

بناتا ہے لیکن جب مذہب انسان کا وضع کردہ ہو تو اسمیں سختی کا رنگ ہوتا ہے سچا مذہب ایک ایسی آزمائش اور امتحان کے بعد پورا اُترتا ہے اسمیں سے کہ اسکے پیرو کو گذرنا ہوتا ہے وہ تکلیف آزمائش اور خطرہ کے وقت قوت دیتا ہے۔ لیکن مذہب کا زوال اس وقت شروع ہوتا ہے جب پیغمبر سے پادری سبقت لیجائے اور اُسوقت مذہب مذہب نہیں رہتا بلکہ علم الٰہیات کے ایک دستور العمل کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ اسکی روحانی طاقت مرجاتی ہے اور انسان کی زندگی اور چلن پر اس کا اثر جاتا رہتا ہے۔ اور اسمیں فلسفیانہ یا خیالی علوم کا رنگ آجاتا ہے اور اُن ہدایات اور احکام کی بجائے جن کی تعمیل اسلئے کیجاتی ہے کہ فوری خوشی اور تسکین قلب حاصل ہو ہمیں آیندہ جلال کا وعدہ دیا جاتا ہے +

اسلام کو اپنی ہستی منوانے کے لئے دوسرے کسی کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ جب کبھی کسی خاص جگہ اسلام میں ضعف نظر آیا ہے۔ اور اس قسم کی مثالیں بہت ہی نادر ہیں تو اسکی وجہ بجز اس کے نہیں کہ اسکے چند گمراہ شدہ متبعین نے اس کے قوانین کو رضامندی کے ساتھ اختیار کرنے سے انحراف کیا ہو لیکن اس قسم کی کوششیں دیرپا نہیں رہیں کیونکہ ان لوگوں کی غلطیاں ان پر ظاہر ہوگئیں اور انھوں نے ان کو محسوس بھی کرلیا +

قدیم زمانہ میں شاہی مذہب کا تعلق اس دنیا کے طبقہ پر کلیتہ آیندہ زندگی ہی کے ساتھ رہا ہے اور آیندہ زندگی میں ممکن الوجود باتوں کا اسمیں تذکرہ رہا ہے اور زمانہ حال کی خرابیوں کو جڑھ سے اکھیڑنے اور انہیں کم کرنے کی طرف توجہ نہیں دیگئی +

عیسائی مذہب کے بانی کی عظیم الشان مثال پر ان لوگوں نے پردۂ تاریکی ڈال دیا ہے جو کہ جن میں کسی قسم کا عہدہ رکھتے ہیں مذہب کو زنجیروں کے ساتھ جکڑ دیا گیا ہے۔ اور اس کے پیرووں کی خواہشات انسانوں کے فائدہ پہنچانے کے متعلق بالکل دب گئی ہیں لیکن اس معاملہ میں اسلام کی صورت خاص طور پر مختلف ہے۔ دوسروں کے فائدہ کیلئے تکلیف اُٹھانے کا خیال مذہب ہی کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ بات کسی خاص مرتب کردہ قوانین سے پیدا نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ ایک امر واقعہ ہے۔ کہ اسلام

ایک صاف اور سادہ مذہب ہے۔ اور کسی کا وضع کردہ نہیں۔ اس میں کوئی لارڈ پادری یا سردار کاہن نہیں اور نہ کوئی مذہبی عہدہ دار نظر آتے ہیں +

زمانہ حال کی خرابیوں کے دور کرنے کے لئے سوسائٹیوں اور مجلسوں کا قائم کرنا قرار پایا ہے مختلف فرقوں اور گرجوں میں اتفاق پیدا کرنے کی خاطر بیشمار انجمنیں اور جماعتیں وجود میں آئی ہیں۔ ایک جماعت تو ویسٹرن چرچ (مغربی کلیسیا) اور ایسٹرن ارتھوڈکس کمیونین (مغربی کلیسیا) میں اتحاد بڑھانے کے فکر میں ہے۔ دوسری جماعت بظاہر کلیسیا روما میں لیجانا چاہتی ہے اور دیگر تجاویز بھی ایک بڑی فری چرچ بنانے کیلئے کی جا رہی ہیں جن کی ہستی کا بصورت کامیابی چرچ آف انگلینڈ (کلیسیاء انگلستان) بھی کم از کم معترف ہوگا +

یہ مختلف قسم کے اتحاد اگر قائم بھی ہو جائیں۔ تو اس سے جیسا کہ ان سب انجمنوں کے بعض دور اندیش کارکنوں کا خیال ہے مذہب یا ایسی طاقت نہیں بن سکتا جو قوم کی روزانہ زندگی میں قوت پیدا کرے۔ چنانچہ پادری جی رہوڈا ولیمس صاحب اخبار کرسچن ورلڈ کے ۲۷ فروری کے پرچے میں یوں لکھتے ہیں:-

"اگر تم انگلستان کے تمام آزاد گرجاؤں کو ایک گرجہ بنالو اور پھر اس ایک گرجہ کو انگلیکن گرجہ کے ساتھ شامل کردو۔ تو پھر بھی مجھے یقین نہیں کہ تم نے ایک طرف تو مزدور پیشہ لوگوں کی ایک کثیر التعداد جماعت کو اور دوسری طرف لکھے پڑھے سمجھدار لوگوں کو اس گرجہ کے ساتھ شامل کرنے میں بہت بڑی ہمت کی ہے ہمارے گرجوں کی تفریق سے یہ لوگ علیحدہ نہیں۔ بلکہ اس وجہ سے ہیں کہ جو مذہب گرجا انہیں بتلاتا ہے۔ اور جس پر وہ اصرار کرتا ہے وہ ان لوگوں کے نزدیک بالکل حقیقت نہیں رکھتا۔ یہ لوگ تو ایسی دنیا میں رہتے ہیں۔ جہاں کہ عملی باتیں نظر آ رہی ہیں۔ اور جن کا اصل مذہب کے پرانے اصولوں سے نہیں ہوتا +

روحانی زندگی کا مرکز ہونے کے لحاظ سے بھی (گو روحانی امور اخلاقی امور سے جدا کرنے میں مشکل ہیں) کلیسیا نے جس میں عیسائی مذہب کے تمام مختلف فرقے شامل ہیں۔

عوام الناس کی خواہشات کو پورا کرنے میں کوئی کامیابی حاصل نہیں کی۔ گرجے ہفتہ بھر سوائے ایک دن کے بند رہتے ہیں جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان عمارتوں میں عبادت کرنیوالوں کے لئے مذہب میں اس قدر کم دلچسپی اور کشش ہے کہ وہ سات دنوں میں سے صرف ایک ہی دن عبادت کے لئے کافی خیال کرتے ہیں۔ برعکس اس کے مسجد قریباً تمام دن کھلی رہتی ہے۔ اور دن میں پانچ دفعہ اذان نماز کے لئے دی جاتی ہے۔ جسے سُن کر تمام سچے مُسلمان خوشی سے نماز کے لئے جمع ہوجاتے ہیں بعض مُصنفوں نے بالخصوص پادری صاحبان نے مسلمانوں کے بغیر کسی تکلف کے اذان کی آواز سُننے پر تمام کاروبار و اشغال جن میں وہ مصروف ہوں چھوڑنے اور ایک قطار میں اپنے مذہب کے اصولوں کے مطابق کھڑا ہونے پر بہت کچھ رائے زنی کی ہے۔ لیکن حقیقت میں اس سے زیادہ زبردست ثبوت کسی مذہب کے قابل عمل ہونے کے نہیں مل سکتا۔ مذہب زبردستی نہیں بڑھتا۔ اور نہ اس طرح بڑھنا چاہئے۔ اگر ہم بلا تکلف اور نہایت آسانی سے اپنے کام اللہ کی عبادت کے لئے نہیں چھوڑ سکتے تو اسکی وجہ سوا اسکے اور کچھ نہیں کہ ہمارے اشغال یا تو ناجائز ہیں اور یا گندے اور مزیل شان ہیں۔

ہم پوچھتے ہیں کہ مذہب کی موجودہ قابل افسوس حالت کا کیا علاج سوچا گیا ہے۔ کل کے یعنے ۸ مارچ ۱۹۱۹ء کے اخبار دی ٹائمز میں لکھا ہے کہ توبہ کی صدا تو لوگ سُنتے ہیں لیکن وہ اصلیت کو نہیں سمجھتے۔ کیونکہ ان کے نزدیک توبہ کے معنے گذشتہ واقعات پر صرف اظہار رنج و افسوس کرنا ہے۔ اگر یہ لوگ جانتے کہ توبہ کی غرض تازہ اور چونکا دینے والے واقعات کے مطابق اپنی طبیعت کو بنانا اور جدید نظام کا بڑے استقلال سے مقابلہ کرنا ہے تو بہت کچھ انقلاب پیدا ہوجاتا۔ کاش وہ سمجھتے کہ توبہ کے کچھ اور معنے نہیں یہ مجلس شوریٰ۔ تمام روزانہ اخبارات اور تمام قومی مجالس توبہ ہی کا وعظ کرتی ہیں لیکن گرجہ کی آواز سے واقعات کی صدا زیادہ بلند ہے۔ اور وہ زمانہ ماضی کے شرمناک تباہ کن اور احمقانہ باتوں پر تاسف کا حکم دے رہے ہیں لیکن ساتھ ہی وہ اشارہ کر رہے ہیں کہ آیندہ کیلئے اپنی رُوح کی حالت کو درست کرو۔"

مضمون بالا کا نویسندہ اس کا علاج حسب ذیل بتلاتا ہے :-

اب اس بات کی ضرورت ہے کہ مذہب کی بڑی بڑی اہم باتوں کی طرف لوگوں کی توجہ دلائی جائے۔ چونکہ انسان روحانی ہے۔ اور اسکی اصلی ضروریات بھی روحانی ہیں۔ اسلئے اُسے چاہئیے کہ وہ اپنے مادی مقبوضات و تعلقات کو روح کی خدمت میں اس طرح لگادے کہ وہ اپنے ہمجنسوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کر سکے نیز تمام بیرونی امور اندرونی چیزوں کی خدمت میں لگادی جائیں۔ اور تمام گرد و پیش کی چیزیں۔ اپنی آمدنی اپنی محنت کا وقت۔ حالات خانگی تعلیمی تدابیر و انتظام۔ اور تمام اپنے بدنی تعلقات میں ایسی روش اختیار کیجائے کہ انسان کی اپنی اور اُسکی سوسائٹی کی روحانی ترقی درجہ کمال تک پہنچ جائے۔ بس یہی اہم امور ہیں۔ اور انکی تعلیم دینا مذہب کا اصلی کام ہے +

اب دیکھئیے کہ اس نامہ نگار کا تجویز کردہ علاج وہی ہے جو مذہب اسلام کا بنیادی پتھر ہے۔ یہ کوئی نئی اور انوکھی تجویز نہیں کی گئی۔ رسُول اکرم حضرت محمد صلعم نے اُسے پیش کیا اور آپ کے زمانہ سے لے کر آج تک مسلمانوں نے جب کبھی اُنھوں نے آپ کی تعلیم کو درست رکھنا چاہا اس پر عمل کیا۔ قرآن شریف میں لفظ توبہ سے مُراد انسان کی زندگی میں کامل تبدیلی ہے۔ قرآن شریف یہ نہیں چاہتا کہ کسی قسم کے خاص الفاظ دہرائے جائیں۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ انسان میں اسکی بہتری کے لئے حقیقی تبدیلی پیدا ہو جائے اسلام زندگی کے روزمرہ چھوٹے چھوٹے کاموں کے متعلق بالتفصیل بحث کرتا اور ہدایت دیتا ہے۔ اس کے احکام کسی سخت گیر کارفرما کی طرح نہیں ہیں۔ بلکہ نہایت نرم اور ترغیب دھندہ یادداشت کی طرح ہیں۔ انگلستان کے عیسائیوں نے انیسویں صدی سے پیشتر غلاموں کی آزادی کے متعلق کوئی کارروائی نہیں کی لیکن اس بارے میں اسلام ہی نے رہبری کی اور صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جو غلام کو آزاد کرنے کے لئے حکم دیتا ہے چند نیک دل مرد اور عورتوں نے جو فرقہ کا ئیکر سے تعلق رکھتی تھیں۔ پادریوں کی رائے کے خلاف قومی پارلیمنٹ پر اپنے ہمدردانہ خیال کا اثر ڈالنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ اور پھر برٹش مقبوضات میں غلاموں کو آزادی دلوائی۔ ذرہ اب قرآن شریف کے

احکام کو غور سے سنئے (سورہ البلد آیت ۱۲-۱۶) +

وما ادرىٰك ما العقبة ۝ فك رقبة ۝ او اطعٰم فی یوم ذی مسغبة یتیما ذا مقربة ۝ او مسکینا ذا متربة ۝ ترجمہ - اور کیا جانے تو کیا ہے، گھاٹی چھڑا دینا گردن کا۔ یا کھانا کھلانا۔ بیچ دن بھوک والے کے یتیم قرابت والے کو یا فقیر خاک اُفتادہ کو +

اسلام اس امر کو پوشیدہ نہیں رکھتا کہ تقویٰ کی راہ پُر از خار ہے لیکن روزمرّہ زندگی کی تکمیل کیلئے ہدایات کے ساتھ ہی رُوحانی مدد اور دُعاؤں سے قوت بھی حاصل ہوتی ہے اسلام کے اخلاقی قواعد اپنے ہمجنسوں کو نقصان پہنچانے سے ہی منع نہیں کرتے لیکن وہ دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے کی بھی تاکید کرتے ہیں۔ رسُول اکرم کے دل میں یتیموں اور بیکسوں کیلئے ہمدردی پیدا ہوئی۔ اور آپ نے اسلئے اِن لوگوں کی طرف سے اعتنائی کرنیوالوں کو خدا کے عذاب سے ڈرایا اور بتلایا۔ کہ صاحب ثروت اپنی اِس بے اعتنائی اور لاپرواہی کے باعث اپنی طاقت کھو بیٹھینگے۔ آپ کا دستور العمل تمام زندگی میں یہی رہا۔ آپ ہمیشہ بیکسوں اور مظلوموں کے حامی اور خیر خواہ رہے صرف خیر اندیش ہی نہ تھے۔ بلکہ عملی طور پر اپنے ارادوں کو ظاہر کیا اور تمام سچے مسلمانوں کو آپ کی مثال کی پیروی کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے +

واتوا الیتٰمی اموالهم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ص ولا تاکلوا اموالهم الیٰ اموالکم ط انه کان حوبا کبیرا ۝ (سُورۃ النسا آیت ۲) ترجمہ - اور دو یتیموں کو مال اُن کے اور مت بدلو ناپاک کو بدلے پاک کے اور مت کھاؤ مال اُن کے ملا کر طرف مال اپنے کے تحقیق گُناہ بڑا +

اوفوا الکیل ولا تکونوا من المخسرین ۝ وزنوا بالقسطاس المستقیم ولا تبخسوا الناس اشیاءهم ولا تعثوا فی الارض مفسدین (سُورہ الشعراء آیت ۱۸۰-۱۸۳) اور پُورا کرو پیمانہ کو اور مت ہو نقصان دینے والوں سے اور تولو ساتھ ترازو سیدھے کے اور مت کم دو لوگوں کو چیزیں اُنکی اور مت پھرو بیچ زمین کے فساد کرتے۔ فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور

(سورۃ الحج آیت ۳۰) **ترجمہ** - پس بچتے رہو ناپاکی بتوں کی سے اور بچتے رہو بولنے جھوٹھ کے سے +

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً و بالوالدین احساناً و بذی القربیٰ والیتمیٰ والمسٰکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالاً فخورا (سورۃ النساء رکوع ۶ آیت ۳۶) **ترجمہ** - اور عبادت کرو اللہ کی اور مت شریک لاؤ ساتھ اس کے کسی چیز کو اور ساتھ ماں باپ کے احسان کرنا اور ساتھ قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور فقیروں کے اور ہمسایہ قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور فقیروں کے اور ہمسایہ قرابت والوں کے اور ہمسایہ اجنبی کے اور صحبت رکھنے والے کے کروٹ پر اور مسافر کے - اور جن کے مالک ہوئے ہیں داہنے ہاتھ تمہارے اور تحقیق اللہ نہیں دوست رکھتا اس شخص کو کہ ہو تکبر کرنیوالا +

کوئی امر بھی انسان یا قوم کی روزانہ زندگی کا نہیں جس کے متعلق قرآن میں خدا نے اپنی حکمت بالغہ سے ہدایت نہ دی ہو - اگر قانون اور مذہب کے رو سے سود ناجائز قرار دیا جاتا تو دنیا کس قدر مصیبت اور ذلت سے بچ جاتی لیکن جس جگہ اسلام کا تسلط ہو وہاں سود کے متعلق قوانین کی ضرورت نہیں - قرآن شریف کا حکم ہی کافی ہے - چنانچہ سورۃ البقرہ کے رکوع ۳۸ - آیت ۲۷۶ میں آیا ہے - یمحق اللہ الربوٰا و یربی الصدقٰت واللہ لا یحب کل کفار اثیم **ترجمہ** مٹاتا ہے اللہ سود کو اور بڑھاتا ہے خیراتوں کو اور اللہ نہیں دوست رکھتا ہر ایک کفر کرنیوالے گنہگار کو +

خیرات دینے میں بھی ہمارے لئے ہدایات ہیں اور ہمیں اندھا دھند خیرات کرنے سے اور رشوت سے اور ہر قسم کی آلودگی سے روکا گیا ہے کیونکہ یہ باتیں قوموں کو گھن کی طرح سے لگ کر انہیں اکثر برباد کر دیتی ہیں - چنانچہ قرآن شریف کی سورہ توبہ رکوع ۸ آیت ۶۰ میں فرمایا ہے - کہ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِیْلِ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ **ترجمہ** سوا اسکے نہیں کہ خیرات واسطے فقیروں کے اور محتاجوں کے اور عمل کرنیوالوں کے اوپر تحصیل اس کے کے - اور جن کو الفت دلائے جاتے ہیں دل اُن کے - اور بیچ آزاد کرنے گردنوں کے اور قرضداروں کے - اور بیچ راہ خدا کے اور مسافروں کے - فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے +

پھر قرآن شریف بتلاتا ہے کہ بھلائی کس بات میں ہے اور کس میں نہیں - چنانچہ لکھا ہے - کہ

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ
ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ
وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا
وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (سورۃ البقرہ رکوع ۲۲ - آیت ۱۷۷) نہیں بھلائی یہ کہ پھیرو
تم منہ اپنے کو طرف مشرق کی اور مغرب کے اور لیکن بھلائی جو ایمان لایا ساتھ اللہ کے اور دن پچھلے کے
اور فرشتوں کے اور کتاب کے اور پیغمبروں کے اور دیا مال اوپر محبت اس کی کے قرابت والوں کو اور یتیموں کو اور
فقیروں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور چھڑانے گردن کے اور قائم کیا نماز کو اور دیا زکوٰۃ
کو اور پورا کرنے والے ساتھ عہد اپنے کے جب عہد کریں اور صبر کرنیوالے بیچ فقر کے اور بیماری کے اور
وقت لڑائی کے - یہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ بولا - اور یہ لوگ وہ ہیں پرہیز گار ✦

حال اور مستقبل کا مسئلہ ان سوالات سے حل ہوتا ہے کہ آیا مذہب میں صرف رسومات ہی ہیں یا زندگی کے عملی قواعد بھی ہیں - ان سوالات کا جواب فقط اسلام اور محمد صلعم نے جو سب سے آخری اور سب سے بڑے پیغمبر ہیں یہ دیا ہے کہ مذہب ایک عملی نظام اور روزمرہ زندگی کا دستور العمل ہے اور کہ اس کا اثر ہماری ہستی کے رگ و ریشہ میں ہونا چاہئے تاکہ وہ ہمیں خلق اللہ کی بہبودی کے لئے راستبازی اور انصاف سے کام کرنے - نیک خیالات رکھنے اور فیاضانہ عمل کرنے کی ترغیب دے - یہ سب باتیں محض خدا کے ساتھ محبت کی وجہ سے ہوں جو کہ خالق اور تمام جہانوں کا مالک اور بادشاہ ہے - کیا کسی زمانہ مستقبل کی طرف نظر کر کے اس قسم کی پیشگوئی کی جرأت کر سکتا ہے کہ آئندہ زمانہ کا مذہب کیا ہوگا - یہ سوال بفضلہ تعالیٰ بالکل معقول ہے اور خدا ہی کے فضل سے اس کا جواب بھی کافی و شافی ہوگا - ہم آجکل قوموں کے زوال کی نسبت سنتے ہیں لیکن یہ زوال اس تنزل کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں جو مذہب میں آرہا ہے لیکن اس کا تدارک اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہم سمجھ لیں کہ سچے مذہب کی روح اور اصول کیا ہیں - اس بات کا حل مکمل طور پر مذہب اسلام ہی میں ملتا ہے - اور یہ مذہب ایک رائی بھر بھی اس پیغام سے اختلاف نہیں رکھتا جو حضرت محمد صلعم سے پہلے پیغمبر خدا کی طرف سے لائے ✦

دُنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ

بسلسلہ صفحہ ۳۲۸ جلد ۵ نمبر ۷

حضرت محمد صلعم اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سُناتے ہیں کہ

ما یزال عبدی المومنون یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احببتہٗ فاذا احببتہٗ کنت سمعہٗ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بھا ولسان الذی ینطق بھا واجلہ التی یمشی بھا۔

ترجمہ۔ میرا سچا مومن بندہ نزدیکی ڈھونڈھتا طرف میری ساتھ نفلوں کے یہانتک کہ دوست رکھتا ہوں میں اُسکو اور جس وقت دوست رکھتا ہوں میں اُسکو ہوتا ہُوں میں شنوائی اُسکی کہ سُنتا ہے ساتھ اُس کے اور ہوتا ہوں میں بینائی اُسکی کہ دیکھتا ہے ساتھ اُس کے اور ہاتھ اُس کا کہ پکڑتا ہے ساتھ اُس کے ہوتا ہُوں میں زبان اُسکی کہ بولتا ہے ساتھ اُس کے اور پاؤں اُس کا کہ چلتا ہے ساتھ اُس کے +

خُداوند تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون

ترجمہ۔ ہم تم سے اُن کے قریب ہیں اور تُم نہیں دیکھتے +

منصور حلاج جو کہ مُسلمانوں میں ایک ولی گذرے ہیں اور جنہوں نے عربی اشعار میں ایک بڑی بھاری فاضلانہ تصنیف کی ہے اسی طرح اور انہیں سبا کے ماتحت اپنی جان دی جس طرح اور جس وجہ سے حضرت مسیح نے دی تھی۔ منصور وجد کی حالت میں انا الحق پکار اُٹھا۔ اور مسلم عُلما نے اُسے کُفر سمجھ کر اُسی طرح اُسے دار پر کھینچنے کا حُکم دیا جس طرح یہودی کاہنوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھانے کا دیا تھا۔ کوڑھیوں کا اچھا کرنا اور بھُوتوں کا نکالنا ایسے واقعات ہیں جو ہر روز مشرقی ممالک میں دیکھے جاتے ہیں۔ اِس قسم کے بہت سی کرامات بزرگان اسلام کی طرف منسوب کیجاتی ہیں۔ مگر سائنس اور دلیل کے طالب لوگ نہیں آج کل جلد ماننے کے لئے تیار نہیں اور ان معجزوں اور فوق العادت باتوں کیلیئے کوئی مادی اسباب کی تلاش کرتی ہیں لیکن ہی گروہ اور اسی دماغ کے لوگ جنہوں نے حضرت مسیح کی اُن کے معجزات کی وجہ سے پرستش کی۔ آج

اُن کرامات دکھلانے والے مسلمانوں کے آگے تسلیم خم کرتے ہیں۔ عام مسلمان خواہ وہ علمیت کے لحاظ سے کم ہی کیوں نہ ہوں سوائے خدا کے کسی کی پرستش نہیں کرتے۔ بہت سے مسلم اولیاء کی طرف ہی معجزات منسوب کئے جاتے ہیں جو حضرت مسیح نے دکھلائے اور جن کی وجہ سے خدا کا اکلوتا بیٹا اور خدائی میں شریک سمجھا جاتا ہے۔ ان بزرگان کے متعلق خیال ہے کہ وہ نہ صرف اپنی زندگی ہی میں بلکہ بعد از وفات بھی وہ کرامات ظاہر کرتے ہیں۔ میں ان تمام عیسائی صاحبان کو جو حضرت مسیح کو خدا خیال کرتے ہیں بدیں وجہ کہ انھوں نے کرامات دکھلائیں مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اولیاء اسلام کی سوانح پڑھیں اور ان کے مقبروں کی زیارت کریں۔ ضلع بہرائچ میں ایک بزرگ سید سالار مسعود غازی کی قبر ہے جہاں کہ ہزارہا لوگ زیادہ تر ہندو صاحبان ہاتھ میں جھنڈیاں لئے ہوئے ہر سال جاتے ہیں جو کوڑھی ہوں وہ اس جگہ ایک تالاب میں غسل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کم از کم سال میں ایک صحتیاب ہو جاتا ہے۔ طبیب تو اس پانی میں کچھ طبی خواص دریافت کریں گے۔ لیکن عوام الناس اسے اس بزرگ کی کرامت ہی تصور کرتے ہیں +

میرے اپنے ضلع بارہ بنکی میں میرے گھر سے چند ایک میل کے فاصلہ پر مقام بانسہ میں شاہ عبدالرزاق ایک ولی اللہ کا مزار ہے۔ یہ ایک معمولی سپاہی تھے لیکن مشہور ہے کہ انہیں خدا نے فوق العادت طاقت روحانی دے رکھی تھی۔ آج کل جو لوگ اُن کے مزار پر جاتے ہیں اور وہاں کے حالات ملاحظہ کرتے ہیں وہ اُن کے حیرت افزا کمال میں شک نہیں لاتے۔ ہر سال چار ماہ شوال کو یعنے اُن کی وفات کے دن لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں۔ اکثر اُن لوگوں کو جن پر جن وغیرہ کے تصرف کا خیال ہو میلہ کے موقع پر وہاں پہنچائے جاتے ہیں۔ بعض دیگر موقعوں پر بھی جاتے ہیں اور جب تک جن نہ نکل جائے وہاں ٹھہرتے ہیں۔ روحانی طور پر ایک ضابطہ عدالت قائم کیجاتی ہے۔ اور جن کو مسحور کی زبان سے اپنا جواب و عذر پیش کرنے کی اجازت دیجاتی اور نیز کبھی ہوتا ہے کہ مقدمہ کئی کئی روز ملتوی کیا جاتا ہے +

آخرش جن کو نکالا جاتا ہے۔ اور اکثر خیال کیا جاتا ہے کہ اُسے جلا دیا گیا ہے۔ اس جگہ ایک تمر ہندی کا درخت ہے مریض خواہ مرد ہو یا عورت اُس کے ساتھ زور سے اپنا سر ٹکراتا ہے اور پکارتا ہے کہ میں نکل گیا اور پھر گر پڑتا ہے جب وہ ہوش میں آتا ہے تو اپنے آپ کو تندرست پاتا ہے +

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جاہل لوگوں پر ہی بالعموم جن کا اثر پایا گیا ہے اور ان ہی عجیب عجیب باتوں کا ظہور ہوتا ہے مگر کبھی کبھی خاصے لکھے پڑھے لوگ بھی اس مزار پر جاتے ہیں اور جن سے تصرف یا اپنی دیگر بیماریوں سے صحتیاب ہوتے ہیں +

میں نے خود وہ جگہ بیسیوں جگہ دیکھی ہے ہر دفعہ میں نے اُن باتوں کو جو میرے مشاہدہ میں وہاں آئیں ہزار ہا طریق پر حل کیا۔ کبھی خیال کیا کہ اس قسم کے مریضوں کو خلل دماغ ہے کبھی وہم سمجھا کبھی کچھ اور بیماری قرار دیگئی۔ لیکن مجھے کبھی بھی ان توجیہات سے تسکین نہیں ہوئی اور مجھے شکسپیر کی طرح کہنا ہی پڑا کہ زمین و آسمان میں بہت سی ایسی چیزیں بھی ہیں جو ہمارے فلسفہ کا وہم و گمان بھی نہیں +

رُوحانی عجوبات کے مطالعہ کرنے کے لئے بالنسہ کا مزار ایک اچھی جگہ ہے خصوصاً جبکہ وہاں بعض کوئی معزز شخص نظر آئے۔ اور جس کا وہاں جانا محض ہنسی کی وجہ سے ہو +

اجمیر اور دیوا کی طرح بہت سے اور بھی مزار ہیں جہاں عجیب عجیب باتیں نظر آتی ہیں بیسب کچھ انیسویں صدی مسیح میں ہو رہا ہے تو گلیل کے ناخواندہ ماہی گیروں کو کون متہم کر سکتا ہے اگر انہوں نے حضرت مسیح ہی اسی قسم کی فوق الانسانی باتیں دیکھ کر انہیں خدا کا بیٹا وغیرہ کہدیا۔ لیکن اُن کے اعتقاد کی حقیقت کا اندازہ اسبات سے لگتا ہے کہ حضرت مسیح کے قریبی اور عزیز شاگردوں نے بھی اُنہیں چھوڑ دیا۔ ان ہی دھوکہ اور انکار کیا اور ان پر لعنت تک بھیجی جناب مسیح کے معجزات سے جاہل اور ضعیف الاعتقاد یا ہی گھبر حیرت زدہ ہوگئے۔ اور ان معجزات کی وجہ سے انہوں نے حضرت مسیح کو فوق الانسان خیال کیا۔ ان کے پاس تو دلیل تھی بھی لیکن اس چودھویں صدی میں جناب مسیح کے متبعین کے پاس انہیں فوق الانسان ماننے کے لئے کوئی وجہ نہیں وہ ہی یا رُوحانی دلائل جو بالنسہ پیرانچ۔ دیوا اور اجمیر میں عجائبات کے حل کرنے کیلئے پیش کئے جاسکتے ہیں حضرت مسیح کے معجزات کے حل کرنے کے لئے بھی کافی ہیں۔ انجیل میں بھی یہ ذکر ہے کہ معجزات حضرت مسیح لے گئے وہ ان سے پہلے نبیوں سے بھی ظاہر ہوئے +

جناب مسیح کی پیدائش کا راز بھی اُن کی خدائی کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ اس زمانہ میں اور حضرت مسیح کے وقت میں بھی ایسے لوگ تھے جو آپ کی پیدائش کو غیر معمولی بات خیال

نہ کرتے تھے بقول اُن کے وہ یوسف نجّار کے بیٹے تھے جو داؤد کی اولاد سے تھا اور جن کی بیوی حضرت مریم تھی صرف جناب مسیحؑ ہی حضرت مریم کے بیٹے نہ تھے یوسف سے اُنکی اولاد اور بھی تھی لیکن اگر مسیحؑ کی پیدائش خاص طور پر مقدس خیال کیجاتی ہی تو ان کے خدا کا بیٹا ہونے کا ثبوت نہیں۔ ان سی قبل اس قسم کے لڑکے کئی ہو چکے ہیں +

بائبل (عبرانیوں باب ۷ آیت ۳) میں ایک شخص ملک صدق کا ذکر ہی جس کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا نہ باپ اور نہ ماں تھی۔ دُنیا میں اس قسم کے بچے کبھی کبھی پیدا ہوتے ہیں جن کے متعلق خیال کیا جاتا ہی کہ اس کا باپ نہیں۔ یہ قدرت کی عادت میں داخل ہی کہ اس قسم کے بچوں کو عظمت و بزرگی دیجائے۔ جناب کرشن اور بدھ بھی خدا کے لڑکے خیال کئے جاتے ہیں +

رُومی بھی اپنے مورثِ اعلےٰ کو خدا کا لڑکا خیال کرتے ہیں۔ خاقان چین کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ وہ خُدا کی اولاد ہیں۔ ہندوستان میں بھی بہت سی ایسی قومیں اس وقت بھی ہیں جو اپنا نسب نامہ خُدا تک پہنچاتی ہیں۔ چندر بنسی اور سام بنسی خاندان کے لوگ جیسا کہ ان ناموں سی معلوم ہوتا ہے اپنے تئیں خاندان سُورج کی اولاد بتلاتے ہیں +

الغرض جناب مسیحؑ کے خُدا ہونے کیلئے نہ تو کوئی مذہبی اور نہ کوئی رُوحانی ثبوت خاص طور پر موجود ہی۔ اُنکی شہادت ایسے رنگ میں سمجھی جانی چاہئے جس رنگ میں عام لوگوں کی ہوتی ہے۔ اُن کی شہادت کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ آیا فی الحقیقت جناب مسیحؑ کو صلیب پر چڑھایا گیا اور وہ وہاں ہی فوت ہوئے۔ اور یا خدا کی حکمت نے اُنہیں اس بےعزتی سی بچا لیا جس طرح کہ ابراہیمؑ کے لڑکے کو بچایا گیا صرف اتنا ہی کافی ہے کہ حضرت مسیحؑ ایک عظیم الشان کام کے لئے بڑی بہادری اور مردانگی سے شہادت کے مصائب میں سے گذرے +

جن لوگوں کا یہ اعتقاد ہی کہ مسیحؑ خدا یا خُدا کا کوئی حصّہ تھے وہ اُنہیں شہادت کی شان و عظمت سے محروم کرنے میں خدا کو کوئی تکلیف و مُصیبت نہیں پہنچ سکتی۔ اس کے لئے موت بھی نہیں۔ اگر مسیح خدا تھے تو شہادت اُن کے درجہ کو بلند نہیں کر سکتی۔ بلکہ اس سی اُن کی کسرِ شان ہی۔ کوئی سمجھدار آدمی ایسے خدا کے آگے نہیں جُھک سکتا جس پر دشمن غلبہ پالیں

اور صلیب پر چڑھا کر میخیں اُس میں ٹھونک کر اُسے ہلاک کر دیں۔ اگر خدا کا یہ منشا ہوتا کہ تمام دُنیا دہریہ ہوتی تو البتہ اپنی کمزوری کا اظہار اس طریق پر کرتا جس طرح کہ حضرت مسیح کے متعلق بمقام کالوری میں ہوا +

اِس اعتقاد سے کہ حضرت مسیحؑ واقعہ صلیب سے تین دن بعد آسمان پر چڑھ گئے۔ اس وقت میں کچھ کمی واقع نہیں ہوتی جو انکی کی گئی اور نہ اس سے خدا کی شان بڑھ سکتی ہے۔ پھر جب وہ آسمان پر چڑھے تب بھی وہ اپنے دشمنوں سے خوف میں تھے۔ تعجب ہے کہ خدا اپنے دشمنوں سے ڈرے اِس حالتمیں کون ایسے خدا کی عبادت کر سکتا ہے! اور یہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ آسمان پر چڑھنے کے بعد مسیح کو کس بات کا ڈر تھا۔ چاہئے تھا کہ وہ دشمنوں کے قابو سے نکلکر آسمان پر چڑھ جانے تا کہ وہ ناکام رہتے۔ بات تو یہ تھی۔ کہ آجکل کے عیسائی صاحبان حضرت مسیح کو ربانی صفات دینے میں انکی ذلت کرتے ہیں۔ بلکہ اُن کا درجہ بحیثیت انسان بھی کم کر دیا ہے۔ کیونکہ انجیل میں واقعۂ صلیب کے بیان سے اُن کی کسر شان ہے۔ اور ایسے عجیب و غریب انسان کے ساتھ از حد بے انصافی کا برتاؤ کیا گیا ہے واقعہ مذکور کا بیان نہ صرف متضاد ہی بلکہ حضرت یسوع مسیح کی ذات کو نقصان پہنچانیوالا ہے +

سُقراط نے تو بھاگ جانے کو بالکل ناپسند کیا اور اپنے دشمنوں کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور پُوچھا کہ اُسکے خلاف کیا الزامات ہیں اور خدا پر پُورا پُورا بھروسہ رکھا لیکن انجیل کے لکھنے والوں نے جو اُسے خدا کی طرف سے القا شدہ یا خدا ہی کا کلام بتلاتے ہیں۔ جناب مسیح کو دشمنوں سے بھاگتے ہُوئے اور اپنے حواریوں کی دغابازی کی وجہ سے گرفتار ہوتے ہوئے ظاہر کیا ہے +

متی نے اور دیگر مُصنفین نے مسیح کی نسبت لکھا ہے کہ وہ ڈرپوک تھے۔ اور گرفتار کئے جانے کے ڈر سے ہی نہیں بہت غم اور از حد تکلیف تھی۔ اور اپنے شاگردوں سے التجا کرتے تھے کہ وہ انکی حفاظت کریں۔ وہ اس وقت بھی تنہا رہنا نہ چاہتے تھے بلکہ وہ اپنے خالق یعنے باپ کے آگے دس قدم پرجا کر دُعا مانگتے تھے۔ وہ اپنے تین شاگردوں کو اپنے ہمراہ حفاظت کے لئے لیجاتے ہیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ میری رُوح کو اس قدر صدمہ ہے کہ وہ پرواز کر جائیگی۔ الغرض ان نام نہاد مُلہم مُصنفوں نے حضرت مسیح کو ایک اس قسم کے ذلیل بزدل انسان کی صورت میں پیش کیا ہے۔ جو کسی جرم کا مرتکب ہوا اور اس کی یاداش سے ڈرتا ہو۔ ذرہ

اس شخص کا مقابلہ جسے ایک قوم خدا اور خدا کا بیٹا خیال کر کے پوجتی ہے اس شخص سے کیا جائے جسے وہی قوم بت پرست اور کافر سمجھتی ہے۔ خدا پر بھروسہ کرنے میں بھی ایک مشرک خدا کے لڑکے سے فوقیت لے گیا ہے +

آنیوالی مصیبت سے بچنے کیلئے جو دعا حضرت مسیح کی زبان سے نکلی ہوئی بتلائی جاتی ہے یہ ہے کہ اے میرے باپ اگر ممکن ہو تو اس پیالہ کو مجھ سے ٹال دے۔ ان الفاظ سے کہ اگر ممکن ہو کیا غرض ہے؟ کیا جناب مسیح کو خدا کی قدرت کاملہ پر یقین نہ تھا؟ پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح ایلی ۔ ایلی لما سبقتنی پکارتے تھے یعنے اے خدا۔ اے خدا تم نے مجھے کیوں چھوڑ دیا جس کا یہ مطلب ہے کہ جناب مسیح کا وفات تک یہی یقین تھا کہ خدا نے انھیں چھوڑ دیا ہے +

باوجود ان تمام باتوں کے اس زمانہ کے عیسائی تمام جہان سے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح جانتے تھے اور اپنے شاگردوں کو انھوں نے آگاہ کر دیا تھا کہ انکی موت فقط عارضی ہوگی کہ وہ اپنی موت کے تین یوم بعد پھر جی اٹھینگے اور انکی بادشاہت آسمانی ہوگی وغیرہ وغیرہ فقط اسی قدر ہی نہیں بلکہ لوگوں کو یقین دلایا جاتا ہے کہ تمام دنیا کی نجات اُس شخص کے صلیب پر چڑھنے سے ہے جس نے اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کی جو گرفتار کئے جانے کے خیال ہی سے ڈرتا تھا۔ جو خدا کی درگاہ میں دعا مانگنے کے لئے بھی حاضر نہ ہوتا تھا جب تک کہ اسکے شاگرد اسکے ساتھ حفاظت کے لئے ساتھ نہ ہوں نیز جو عدالت میں گرفتار ہو کر حاضر ہوتے پر اپنے برخلاف الزامات کا جواب دلیری سے نہ دے سکا اور جسے خدا کی قدرت کاملہ پر یقین نہ تھا +

پھر ایک نہایت ہی لغو بات بتلائی جاتی ہے کہ جناب مسیح کو اپنے باپ کی سازش کا جو اس نے نسل انسان کی نجات کے لئے اپنے بیٹے کو صلیب پر چڑھانے کی کی تھی قبل از وقت علم تھا تاہم وہ صلیب سے بھاگتا تھا اور یہودا اسکریوطی کے لئے اس نے برکت نہ مانگی۔ اگر کسی آدمی کو یہ علم ہو کہ اسکے شہید ہونے سے تمام دنیا کی نجات ہے تو وہ دو ہزار دفعہ بھی اپنی جان قربان کریگا۔ اور ہر دفعہ شہادت کے سخت ترین عذاب میں اپنے آپ کو ڈالیگا۔ اگر حضرت مسیح کی وفات واقعی اُسی طرز پر ہوئی ہے جس طرح کہ متی نے لکھا ہے۔ تو پھر حضرت حسین اور سقراط کے ساتھ از حد بے انصافی ہوگی اگر ایک ہی کتاب میں ان تینوں کی شہادت کا ذکر کیا جائے۔

حضرت مسیح کی بزدلی کی کوئی بھی دلیل نظر نہیں آتی۔ اُن کے بعد حضرت حسینؓ کی طرح نہ تو بیوی اور بچے اور نہ کوئی اور نزدیکی رشتہ دار تھے۔ اپنی ماں اور بھائیوں سے تو پہلے ہی منکر ہی تھے۔ اس حالت میں مسیح کیلئے موت کا مقابلہ نہایت آسان امر تھا۔ سقراط کی نسبت تو یہ ظاہر ہے کہ اُسے یقینی طور پر معلوم نہ تھا۔ کہ بعد مرگ کیا ہوگا۔ البتہ جناب حسینؑ کو کامل یقین تھا کہ وہ سیدھا جنت میں داخل ہونگے۔ اور حضرت مسیح کو بھی ایسی ہی اُمید ہونی چاہئیے تھی۔ کیونکہ کوئی وجہ نہ تھی کہ بقول یوحنا انہیں رُوحانی تکلیف ہوتی یا بقول لوقا وہ جانکندنی کے عذاب میں تھے اور اُن کا پسینہ گویا خُون کے قطرے تھے جو زمین پر گر رہے تھے اور یا بقول مرقس اُنکی رُوح غم کے مارے پرواز کرنے کو تھی ؃

حضرت مسیح کی شہادت نہایت دلیرانہ اور عظیم الشان تھی لیکن اس رنگ میں نہیں ہوئی جس طرح اناجیل میں درج ہے یا عیسائی صاحبان کا اعتقاد ہے۔ وہ تو ان نہایت درخشندہ ستاروں میں سے ایک تھے جو دُنیا کے آسمان پر دکھائی دیئے لیکن وہ ویسے نہ تھے جیسا کہ ان کے شاگردوں یا متبعین نے ظاہر کر رکھا ہے۔ ایسا شخص جو بظاہر انکی پیروی کا مدعی ہے پطرس کی مانند ہے جو کہ ایک طرح اُن پر لعنت بھیجتا اور ان سے انکار کرتا ہے۔ جو نقشہ اُن لوگوں نے حضرت مسیح کا اور ان کے چلن کا کھینچا ہے اس سے تو ایک صحیح دماغ انسان کو نفرت ہوتی ہے۔ ان کے اعتقادات سے تو خدا کی ذلت ہوتی ہے جس کا جلال ظاہر کرنے کیلئے حضرت مسیح تشریف لائے وہ خدا کی طرف جذبات منسوب کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس نے ایک بیٹا جنا۔ وہ خدا کو اس قسم کا منتقم خیال کرتے ہیں جس کا غصہ فرو نہیں ہوتا جبتک کہ اسکے بیٹے کی جان نہ لیجائے۔ یہ لوگ ایسی باتیں کہ کر کہ گناہ انسان کے ساتھ ہی پیدا ہوا خدا کی بڑی بھاری صنعت کو بگاڑتے اور تباہ کرتے ہیں +

جناب مسیح کو خدا کی صُورت میں پیش کرنا باعث استہزا ہے۔ اور اس سے سمجھدار لوگ مذہب سے بھاگتے ہیں عقلمند تو چاروں اناجیل کو پڑھ کر مذہب کی طرف سے لاپرواہ ہوجاتا ہے اور جناب مسیح کو حقارت سے دیکھتا ہے۔ کیونکہ ان میں بہت بھاری اختلاف ہے۔ ایک میں دوسرے سے مختلف واقعات درج ہیں۔ اور ایک ہی واقعہ کے متعلق حضرت مسیح کے مُنہ سے نکلے ہوئے مختلف بیان ہیں۔ اگر کوئی شخص حضرت مسیح کے متعلق اناجیل پڑھ کر رائے لگائے تو وہ ان سے متنفر ہوجائیگا

اناجیل تو انہیں اس طرح پیش کرتی ہیں۔ کہ گویا وہ ہمیشہ متضاد باتیں کیا کرتے تھے +

ایک انجیل تو بتلاتی ہے کہ وہ اپنے قاتلوں کے لئے معافی کی دُعا کرتے تھے۔ اور چاروں انجیلوں میں ہے کہ وہ ایک انجیر کے درخت پر لعنتیں بھیجتے تھے۔ کیونکہ اس سے ان کو بھوکھ کی حالت میں پھل نہیں ملا۔ حالانکہ وہ موسم اس کے پھل کا نہ تھا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ جو شخص تلوار اُٹھائیگا وہ تلوار ہی سے تباہ کیا جائیگا۔ لیکن وہ اپنے شاگردوں کو تلوار خریدنے کا حکم دیتے ہیں خواہ اس امر کیلئے انہیں اپنی پوشاک ہی فروخت کرنی پڑی۔ وہ اپنی قوت وطاقت اور خدا کا جلال لوگوں پر ظاہر کرنے کیلئے معجزے دکھلاتے ہیں۔ لیکن وہ لوگوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ کسی سے بھی ذکر نہ کریں کہ ان میں کس قدر طاقت ہے اور انہیں ملامت کرتے ہیں جو انہیں خدا کا بیٹا کہکر پکارتے ہیں۔ پھر وہ کہتے ہیں۔ کہ میں قانون کو محکم کرنے آیا ہوں نہ کہ توڑنے کے لئے۔ اور کہ آسمان و زمین ٹل جائیگا لیکن قانون کا ایک نقطہ یا شوشہ بھی ٹل نہیں سکتا۔ لیکن وہ خود سبت کے متعلق قانون کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور اسکے خلاف کرکے اسے تبدیل کرتے ہیں (متی باب ۵) +

ایک جگہ وہ کہتے ہیں کہ ان کے شاگرد ہی خدا کی بادشاہت کو دیکھ لیں گے اور ساتھ ہی کہتے ہیں سوائے خدا کے کوئی بھی بمعہ میرے نہیں جانتا کہ وہ بادشاہت کب ہوگی۔ وہ اپنے تئیں انسان کی اولاد بتلاتے ہیں۔ اور ان کا نسب نامہ یوسف کی طرف سے داؤد سے ملایا جاتا ہے۔ تاکہ ان کے مسیح ہونے کی پیشگوئی پوری ہو۔ لیکن اس کے خلاف یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ہرگز یوسف کا بیٹا نہ تھا بلکہ رُوح القدس سے پیدا ہوئے تھے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ وہ سارے جہان کے لئے معلم بن کر آئے۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (متی باب ۵ آیت ۲۴) +

خطبات لندن مسلم نمازگاہ

نمبر ۴

اسلام اور مسئلہ قسمت

(از شیخ محمد صادق ڈوڈلے رائٹ)

معاندین اسلام جو الزامات آئے دن اسلام پر لگاتے رہتے ہیں انہیں سے ایک یہ ہے کہ اسلام قسمت کے مسئلہ کی تعلیم دیتا ہے۔ اور کہ قسمت کے خلاف انسانی جد وجہد کی بیچارگی کا مسئلہ اسلام میں نہایت شدومد سے بیان کیا گیا ہے۔ اصلیت غالباً یہ ہے کہ قسمت کا مسئلہ فرقۂ جبریہ کی ایک شاخ میں عروج کمال کو پہنچا جو رفتار کائنات کو مجبوری و لابد خیال کرتے تھے جس میں اتفاق وحدث کی قطعی گنجائش نہ تھی۔ ان کے خیال میں قدرت علت و معلول کی نہ ٹوٹنے والی زنجیر میں گرفتار تھی۔ قسمت ان لوگوں کا عقیدہ ہے جو ہر ایک واقعہ کو جو پیش آتا ہے کسی علت عقیل کا فعل خیال نہیں کرتے بلکہ کورانہ مجبوری سمجھتے ہیں۔ یہ عقیدہ دہریت اور ہمہ اوسیت کی قسم سے ہے۔ اور اس کا ماخذ فلسفہ اور انسانی دماغ کا قابل رحم بگلہ پن ہے۔ برکلے کے خیال میں ہمہ اوسیت مادیت اور قسمت ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ جو دہریت محض ہیں جن پر ملمع سازی کی ہوئی ہے۔ اور قلیچر قسمت کو دہریت کیجائے پناہ قرار دیتا ہے +

اب یہ امر مسلم ہے کہ اسلام دہریت کے خلاف ایک زندہ حجت ہے۔ اُس کا پہلا اور بڑا رکن اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور اُس کا دُوسرا رکن ہے نماز جو ذات باریتعالیٰ کے عقیدہ کے بغیر بالکُل بے معنی ہوگی +

قسمت کا عقیدہ اپنے پیروؤں کو زندگی کی عام اغراض کی طرف سے بھی سُست اور کاہل بنانے کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ ڈاکٹر جیمس مارٹینو لکھتا ہے قسمت کا ہر ایک مسئلہ استحقاق کو زائل کر دیتا ہے۔ یہ عقیدہ کہ ہر ایک چیز کا انحصار قسمت پر ہے اور ہر ایک پیش آنیوالے

واقعہ کو نا گزیر مان لینا علوم و حکمت و فنون و ادب بلکہ ہر ایک سمت میں ہر ایک قسم کی ترقی کا مانع و قاطع ہو گا۔ سعی اور تلاش کی طرف اُبھارنیوالی کوئی چیز نہیں ہو گی +

مسٹر جے ڈبلیو سٹوبرٹ اپنی کتاب "اسلام اور اس کا بانی" میں قسمت کے عقیدہ کے نتائج بیان کرتا ہُوا لکھتا ہے:-

"اٹل قسمت کا کورانہ عقیدہ جس کی قومی مذہب آبیاری کرتا تھا تنزل و انحطاط کا سرچشمہ رہا ہے تخیل، عمل کی آزادی اور سیاسی ترقی سے اسکی قدرتی مخالفت نے تمام حقیقی قومی زندگی کو تباہ کر دیا ہے۔ صلاح کو قریباً ناممکن کر دیا ہے اور مستقبل کو یاس انگیز بنا دیا ہے" +

قسمت کے عقیدہ پر پورے ایمان کا بلاشبہ یہی نتیجہ ہو گا لیکن جہانتک اسلام کا تعلق ہے یہ نتیجہ غیر موجود ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ ہی معدوم ہے۔ جب سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی اشاعت کی ہے اسلام نے جو اصلاحات کی ہیں وہ خود اس الزام کی کافی تردید کرتی ہیں کہ مسلمان مسئلہ قسمت کے پابند ہیں +

میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ قسمت ازلی اور آزادی عمل کے تطابق کے مسئلہ کے فلسفیانہ دقائق و غوامض کو حل کروں۔ کیونکہ اس قسم کی کوشش سے کوئی روحانی فائدہ مترتب نہیں ہو سکتا۔ مشہور عیسائی مصلح کالون کے متعصب پیروؤں کیلئے شاید یہ تطابق پیدا کرنیکی کوشش تفنن طبع کا باعث ہو لیکن ہمیں روحانی زندگی کے قیام کی فوری ضرورت اس قسم کی تفریح سے زیادہ اہم معلوم ہوتی ہے۔ یہ کہنا کافی ہو گا۔ کہ اسلام جو شخصی آزادی عمل کا سبق دیتا ہے قسمت کے مسئلہ کی تردید کرتا ہے۔ قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں جو یہ دعوے کرتی ہو کہ انسانوں کے اعمال اللہ تعالیٰ نے پیشتر سے ہی مقرر کر چھوڑے ہیں +

ہم برطانوی لوگ ایک خود پرست اور خود مرکوز قوم ہیں۔ ہم عرصۂ تخیل و تعمل میں اپنے معیار تمام باقی دُنیا پر حاوی کرتے ہیں اور دیگر روایات۔ رسُومات اور تربیت کا کچھ لحاظ نہیں کرتے۔ اس روش سے تعصب کی گھٹا ٹوپ تاریکی پیدا ہوتی ہے جو سابق میں ظلم و جفاکاری کا باعث رہی ہے۔ ہماری جو مغربی نصف کرہ کے اس کونہ میں

بود و باش رکھتے ہیں یہ عادت ہو گئی ہے کہ تمام باقی دنیا کا اپنے ہی خاص معیار اور نقطۂ نظر سے اندازہ لگائیں۔ ہم مشرق اور مشرق کا ہی کیا ذکر ہے شمال اور جنوب کو بھی تو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور اگر کرتے ہیں تو نہ کرنے کے برابر۔ ہم شاعر کے فیصلہ کے ساتھ بڑی چرب زبانی سے اتفاق کرتے ہیں۔ کہ مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب۔ یہ دونو آپس میں کبھی نہیں ملیں گے۔ اور ہم اپنی طرف سے اشد کوشش کرتے ہیں۔ کہ یہ ملاپ کہیں ہو نہ جائے۔ یہی حال عقائد کا ہے۔ ہم سنگدلی سے بلکہ بعض اوقات بطور استہزا کے قسمت نصیب اور ازلیت کا ذکر کیا کرتے ہیں۔ اور ذرا کوشش نہیں کرتے۔ کہ ان الفاظ کے ایشیائی مفہوم کو سمجھیں +

اسلام سکھاتا ہے کہ اس کائنات کا ایک حاکم اعلیٰ ہے۔ اور تمام طاقتیں اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں +

چنانچہ اللہ تعالیٰ کلام پاک میں فرماتا ہے۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ (اپنے پروردگار اعلیٰ و برتر کی تسبیح و تمجید کر جو پیدا کرتا ہے اور مکمل کرتا ہے۔ اور اشیاء کو مقررہ اندازہ سے پیدا کرتا ہے اور انکی ہدایت کرتا ہے) +

بنی اسرائیل کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَآتَيْنَاهُم بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ ... مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۖ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ (ترجمہ۔ اور تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور پیغمبری دی۔ اور ان کو طیب چیزیں عطا کیں اور ہم نے انکو دنیا میں فضیلت دی۔ اور ہم نے اُن کو کھلے کھلے ثبوت عطا کئے۔ اور ان میں پھوٹ نہیں پڑی مگر بعد اسکے کہ ان کو علم آچکا تھا۔ اور اسکی وجہ آپس کی ضد تھی۔ بیشک تیرا رب قیامت کے دن اُن کے درمیان میں امر مختلف فیہ میں فیصلہ کریگا۔ پھر ہمنے تمہارے لئے

اس معاملہ میں ایک راہ مُعین کردی ہے پس اس پر چلو اور نادانوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔ بلاشبہ وہ خدا کے سامنے تجھے کوئی مدد نہیں دے سکتے اور تحقیق ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ پرہیزگاروں کا رفیق ہے +

اسلام سکھاتا ہے کہ انسان کا فرض ہے کہ کائنات کے حاکم اعلےٰ کے قوانین کے ساتھ مطابقت کرے۔ واللہ یحب المطھرین۔ اللہ پاک لوگوں سے دوستی رکھتا ہے +

جب کبھی ہم اُن قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں بعض اوقات کسی مصیبت کے ذریعہ اور بعض اوقات کسی بیماری کے ذریعہ ہم کو اطاعت و فرمانبرداری کے راستے پر لایا جاتا ہے +

وہ مصائب جو اللہ تعالیٰ ہماری بہتری کے لئے بھیجتا ہے وہ ہمارے لئے نعماہیں۔ وہ تمام اشیاء جو ہماری دانست میں اچھی ہوتی ہیں۔ لیکن خداتعالیٰ کے نزدیک بُری ہیں وہ مضر ہیں اور مشیّت ایزدی ظاہر بین آنکھوں کو خواہ کیسی ہی بُری دکھائی دے حقیقت میں اچھی ہے +

حضرت فاروق اعظمؓ کا فرمودہ ہے کہ جو شخص آگ میں گرا ہؤا ہے اُسے رضی برضاء الٰہی ہونا چاہیئے۔ اور جو آگ سے باہر ہے کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنے تئیں آگ میں ڈال دے +

انسان کی فطرت میں ایک ایسا میلان طبع ہے کہ اگر اُسے قابو میں نہ رکھا جاوے تو وہ انسان کو گمراہ کر دے +

واذا فعلوا فاحشۃ قالوا وجدنا علیھا اٰباءنا واللہ امرنا بھا قل ان اللہ لا یأمر بالفحشاء اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون (اور جب وہ کوئی بیحیائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہمنے اپنے آباواجداد کو ایسا کرتے دیکھا ہے اور اللہ نے ہم کو اس کا حکم دیا ہے کہہ تحقیق اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ کے خلاف وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں) +

وما کان اللہ لیضل قوماً بعد اذ ھدٰھم حتّٰی یبین لھم ما یتقون۔ کسی قوم کی ہدایت کر کے اللہ اُسے گمراہ نہیں کرتا۔ بلکہ ان کو صاف طور پر بتا دیتا ہے کہ وہ کن چیزوں سے پرہیز کریں +

بجائے اسکے کہ انسان اپنی حیوانی خواہشات کا تابع ہو جائے ضرور ہے کہ وہ اُن کو اپنے

قابو میں رکھے۔ اس راستہ میں پہلا قدم یہ ہے کہ انسان نفس لوّامہ کی طرف متوجہ ہو۔ جو توجہ سے بڑھتا ہے اور اللہ تعالےٰ پر ایمان مضبوط ۔ پاک اور کامل ہو جاتا ہے۔ یعنی انسان پھر اپنی ہر ایک خواہش کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع کر دیتا ہے +

انسان کوئی کل نہیں جسے ایک اعلےٰ اور بے رحم طاقت چلاتی ہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی ذات حی و بصیر علیم و رحیم۔ اپنی مخلوق کی خالق اور انکی نگران حال اور انکی ہادی ہے کیونکہ بغیر اللہ تعالےٰ کی ہدایت کے غلطی کا ان سے احتمال ہے۔ اسلام کے معنی ہی اللہ تعالیٰ کی کامل عبودیت ہیں بلکہ ہم کہینگے راضی برضاء الٰہی ہونا اور اسلام میں تقدیر یا قسمت ہے۔ اسلام سکھاتا ہے کہ سب سے اعلےٰ مرتبہ جس پر فائز ہونے کی انسان کوشش کر سکتا ہے یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضاء کے ساتھ پوری مطابقت کرے +

تمام مجموعہ مناجات میں سب سے مشکل اشعار جن کو اپنی رُوح میں پیوست کر لینا چاہئے اور جن کو اپنا بنا لینا چاہئے ان کا ترجمہ یہ ہے :-

میری مرضی کو ہر روز اپنے قابو میں رکھ۔ اُسکو اپنی مرضی کے ساتھ چلالے۔ اور میرے دل سے وہ سب کچھ نکال کر پھینک دے جو مجھے یہ کہنے سے روکتا ہے کہ تیری مرضی پُوری ہو +

ذاتِ الٰہی کے وہ اوصاف جن کا تمام دیگر اوصاف کی نسبت قرآن کریم میں زیادہ ذکر آتا ہے الرحمٰن اور الرحیم ہیں یعنی رحم کرنیوالا نہایت مہربان۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا یہ مفہوم ایسا ہے جس کو ہمیں ایمان کے مضبوط ہاتھوں سے پکڑ لینا چاہیئے۔ رُوحانی زندگی ضروری ہے کہ اپنی خوراک رُوحانی سرچشمے سے وصول کرے۔ اللہ تعالےٰ کے حضور میں متواتر مناجات اور تذلل ہونا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ وقفے ڈالکر اس کے حضور میں رجوع کیا جائے۔ یہ ایک دوامی حقیقت ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے رجوع کرتے ہیں ان کو ہمیشہ نئی طاقت ملتی رہتی ہے عمل کا یہ آغاز ہے کیونکہ اس رجوع کے انتظار کے بعد وہ عقابوں کی طرح پروں کے ساتھ اُوپر چڑھینگے۔ وہ دوڑیں گے اور ان کو تکان نہیں ہوگی۔ وہ چلیں گے اور ان کو کمزوری محسوس نہ ہوگی"۔ شور و غوغا کی ظاہرداری بے سود ہے۔ طاقت سکون اور بھروسے میں ہے۔ جب یہ کیفیت

حاصل ہو جائے نماز اگر اس سے پہلے کبھی بوجہ معلوم ہوئی ہو تو اب بار معلوم نہیں ہوتی۔ یہ فرض سے بھی افضل ہو جاتی ہے۔ یہ ایک طرح خاص رعایت ہو جاتی ہے۔ اور روحانی تکلم کے مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے بہشتی زندگی میں داخل ہونے کے لئے ہمیں کسی مستقبل بعید کا انتظار نہیں کرنا پڑتا بہشت دور نہیں رہتا۔ بلکہ فوراً مل جاتا ہے +

میرے مولا مجھے کوئی غم نہیں۔ کیونکہ میرے غموں کو تو نے اپنا بنا لیا ہے۔ میرے مولا میں ظفر و شادمانی میں رہتا ہوں۔ کیونکہ تو نے اپنے خزانے سے مجھے یہ شادمانی عطا کی ہے +

متی کی انجیل کے ۲۶ ویں باب میں جو باغ والی تین دعائیں مرقوم ہیں۔ اُن دعاؤں کے بعد حضرت یسوع مسیح کی کیفیت قلبی میں جو عجیب تبدیلی ہو جاتی ہے اسمیں اسلام کی ایک حیرت خیز مثال موجود ہے پہلی دعا سے پہلے یسوع نے کہا تھا " میری جان نہایت غمگین ہے یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے "۔ پھر وہ اپنے شاگردوں سے الگ ہو گیا۔ اور غم و اندوہ کے درد کے ساتھ یوں دعا کرنے لگا " اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے "۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا فقرہ ادا کرنے سے پہلے آواز میں کچھ وقفہ ہوا۔ جو غالباً میلان طبع اور فرض شناسی کے درمیان جد و جہد کا وقت تھا۔ تب اس دعا کا دوسرا اور آخری فقرہ ادا ہوا جو شاید ایک دبی ہوئی چیخ کے بغیر نہ تھا۔ تاہم جیسا میں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہی ہو "۔ اس وقت دو فرائض پیش نظر تھے ایک خودی اور دوسرا مستبعد۔ پس وہ اُٹھا اور شاگردوں کے پاس گیا۔ لیکن وہ سو رہے تھے۔ لہٰذا وہ پھر دعا کی طرف متوجہ ہوا لیکن اب دعا کا لہجہ بدل چکا تھا۔ اب ایک ارفع و اعلےٰ ہستی کے سامنے کامل عبودیت کا لہجہ اس پر مستزاد تھا۔ جو صدق اور خلوص والی دعا کا ہمیشہ نتیجہ ہوتا ہے خواہ وہ زبان سے ادا کی جائے یا نہ کی جائے "۔ اگر یہ میرے پئے بغیر نہیں ٹل سکتا تو تیری مرضی پوری ہو "۔ دعا قبول ہو چکی تھی۔ اور اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ کے سامنے کامل فرمانبرداری کا انعام مل چکا تھا۔ لیکن اس کے شاگرد سو رہے ہیں معلوم ہوتا ہے وہ نہیں سمجھتے کہ کیا ہونے والا ہے۔ ان کو جگانا ضروری ہے۔ کیونکہ ان کو بھی جاگنا اور دعا کرنا ہے۔ پس یسوع پھر ان کو جگانے جاتا ہے لیکن انجیل میں یہ نہیں لکھا ہوا کہ وہ اس وقت

جا گئے۔ بلکہ یہ لکھا ہے کہ یسوع دعا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز و نیاز کرنے کے لئے پھر واپس گیا تا کہ رضا الٰہی کے سامنے اپنی فرمانبرداری کو مضبوط اور مستحکم کرے۔ اب دعا میں تبدیلی کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ انسانی خواہش مشیت ایزدی کے سامنے سربسجود ہو چکی تھی۔ پس وہ پھر گیا۔ اور تیسری بار الٰہی الفاظ میں دعا کی۔ اب ذرا ان مراحل ترقی پر غور کرو۔ پہلے تذبذب ہے پھر تسلیم خم ہوتا ہے۔ اور آخر کار طاقت آتی ہے۔ اور جب نیم شبی میں خمار آلود اور تکان سے چور شاگردوں کو جگایا جاتا ہے۔ کہ اٹھو چلیں تو ہمیں اس حکم میں ایک خوشی کا نعرہ۔ ایک شادمانی کی لہر اور راضی بقضاء الٰہی کی راحت نظر آتی ہے۔ دعا سے پہلے وہ منہ کے بل گرا تھا۔ اب دعا کے بعد وہ اٹھتا ہے۔ اور محبت اور شوق کے ساتھ اپنے فرض کو پورا کرنے جاتا ہے۔ یہ سب دعا کا نتیجہ تھا۔ اور جو کچھ یسوع کیلئے ممکن ہے سب کے لئے ممکن ہے۔ یہ تمام نظارہ اس قدر بشریت کا رنگ رکھتا ہے کہ جونہی ہم یسوع کو قادر مطلق اور علیم و خبیر فرض کرتے ہیں۔ اسکی خوبی فوراً زائل ہو جاتی ہے۔ پہلی دعا کے وقت جو اس کے قلب کی کیفیت تھی۔ اس سے خودغرضی پائی جاتی ہے۔ اگرچہ یہ خودغرضی عوام کی خودغرضی سے زیادہ مہذب اور شستہ ہے۔ یہ خودغرض دعا بن جاتی رہی۔ اور اسکی جگہ رضاء الٰہی کے سامنے کامل فرمانبرداری نے لیلی۔

مذہب اس وقت کامل ہوتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سامنے پورے طور پر جھک جاتا ہے۔ اور اپنی نجات اللہ تعالےٰ کی رضاجوئی کے لئے اپنی تمام مادی اغراض و خواہشات کی قربانی میں تلاش کرتا ہے۔ ایک دوسرے شخص کے نیک اعمال یا قربانی پر ذہنی ایمان لانے سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔" باپوں کو بچوں کی خاطر قتل نہیں کیا جائیگا۔ اور نہ بچوں کو باپوں کی خاطر قتل کیا جائیگا ہر ایک شخص اپنے گناہوں کی پاداش میں قتل کیا جائیگا (پرانا عہدنامہ) "ہر ایک شخص اپنا ہی بوجھ اٹھائیگا" (نیا عہدنامہ) مسئلہ اطاعت کی ذہنی قبولیت سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔ نجات الفاظ سے نہیں بلکہ اعمال سے عقیدہ سے نہیں بلکہ چال چلن سے حاصل ہوتی ہے۔ نجات کے راستے میں پہلا قدم اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے اپنی مرضی۔

اپنے قویٰ۔ اپنے رجحانات اور اپنے مقاصد قربان کرنا سیکھنا ہے اللہ تعالےٰ اور اسکی رضا سے زیادہ ہمیں کوئی چیز عزیز نہیں ہونی چاہئے یہ ایسی خیالی زندگی نہیں جس کا حاصل کرنا ناممکن ہو۔ جو زمانہ سابق کے انبیاء اولیاء نے کر دکھایا ہے۔ اسی زمانے کے مرد عورتیں بھی کر سکتے ہیں۔ اس کا سرچشمہ کوئی رازِ سربستہ نہیں ہے۔ یہ مقصد اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی کو اپنی زندگی کا اصول اور مدعا بنا لینے سے حاصل ہو جاتا ہے +

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔ کسی شخص کو اس کی ہمت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ جو کچھ وہ کماتا ہے۔ اسی کو ملتا ہے۔ اور جو کچھ وہ کرتا ہے اسکا اجر اسی کو ملتا ہے +

اللہ تعالیٰ کی مرضی کی فرمانبرداری قسمت نہیں ہے بلکہ اس کا ثمر سکون اطمینان مجسم اور بے سود پریشانی سے نجات۔ امن اور اطمینان کا بھروسہ اور اللہ تعالےٰ کے فضل اور رحمت کی راحت ہے۔ روحانی زندگی زیادہ حقیقی۔ قوی اور آزاد ہو جاتی ہے اور حیوانی زندگی زیادہ محبوس ہو جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انبیاء سابق خدا کے ساتھ چلتے تھے۔ یہ حالت اللہ تعالیٰ کی مرضی کی کامل فرمانبرداری اور جلال خداوندی کو پورے طور پر پیش نظر رکھنے کا نتیجہ تھی۔ اللہ تعالےٰ کے ساتھ تکلم و تخاطب کے دروازے اب بھی ایسے ہی کھلے ہیں جیسے آگے تھے۔ لیکن یہ منزل آسان نہیں۔ اور راستے میں بہت مشکلات ہیں صرف صادق لوگ ہی اس راہ میں چل سکتے ہیں +

مولا۔ جو کچھ چھوٹا یا بڑا فاصلہ ہم کریں۔ جو کچھ ہم بولیں اور جو کچھ خیال کریں۔ وہ سب تیری بڑائی کے واسطے ہی ہو۔ اور ہم کسی فرض سے گھبرا نہ جائیں یا الرحمٰن الرحیم۔ تجھ ہی سے ہم پناہ اور فضل مانگتے ہیں۔ تو ہمیں اپنے فضل سے صراط مستقیم پر چلا اور قائم رکھ +

اسلام عیسائیت اور مسئلۂ قسمت

اسلامک ریویو:- گو قسمت کا مسئلہ جیسا کہ مغرب میں اسے سمجھا جاتا ہے قرآن میں ہرگز نہیں ہے اس کا الزام قرآن کے ذمہ لگا دیا گیا ہے۔ اسلام سے بہت پہلے یہ عقیدہ موجود تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب سے دنیا میں جہالت آئی ہے۔ یہ عقیدہ بھی اسی وقت سے ہے۔ یہ ان لوگوں کا مائۂ تسکین و تسلی ہوتا تھا۔ جو اکثر اپنی ہی حماقت اور سرکشی کا شکار ہوتے تھے غلطیاں چونکہ انسان سے بتقاضائے بشریت سرزد ہوتی ہی ہیں وہ ہمیشہ طیار رہتے ہیں کہ اپنے قصور دوسروں کے سر مڑھ دیں۔ اپنے آپ کو اپنے مصائب کی وجہ قرار دینا تو بڑی رنج دہ اور خوفناک بات ہے۔ یہ ذہنی تکلیف اس قدر زیادہ اور گہری ہوتی ہے۔ کہ بہت کم لوگ اسکو برداشت کر سکتے ہیں۔ یہ تو نہایت ہی ہراسان اور غم زدہ کر دینے والی بات ہے۔ انسان اس سے گھبراتا ہے۔ اور اپنی مصیبتوں کی وجہ دوسروں کو قرار دینے سے اس کے دل کو بڑی تسکین ملتی ہے۔ وہ بعض اوقات اپنی مصیبتوں کی وجہ معلوم نہیں کر سکتا۔ تو اس صورت میں قسمت اس کا آخری ٹھکانا ہوتی ہے۔ مسئلہ قسمت کی پیدائش کی یہی تاریخ ہے اور یہ عقیدہ ان قوموں میں ضرور قبولیت حاصل کرتا ہے جو کسی زمانہ میں اقوام عالم میں معزز حیثیت رکھتی تھیں۔ لیکن اب اپنے اعمال کی وجہ سے دن بدن ذلیل ہو رہی ہیں۔ یہ ایک قدرتی امر ہے کہ کوئی مسلمان جو اپنے آپ کو مصائب سے گھرا ہوا دیکھتا ہے ایسے خیالات کے اظہار سے اپنے دل کے بوجھ کو ہلکا کرنے کی کوشش کرتا ہے جو بادی النظر میں قسمت کے عقیدہ کی تائید کرتے ہوں لیکن اس قسم کے خیالات کا اظہار کوئی ثبوت نہیں ہے کہ اسلام اس عقیدہ کی تائید کرتا ہے بلکہ برخلاف اسکے وہ اس عقیدہ کو باطل ٹھیراتا ہے۔

اسکی وجہ بتانا مشکل نہیں ہے کہ بعض اسلامی تصنیفات میں یہ عقیدہ کس طرح داخل ہو گیا۔ اس عقیدہ کو مسئلہ تقدیر کے ساتھ اکثر خلط ملط کر دیا گیا ہے۔ قرآن کریم کو ان ہر دو مسائل کے درمیان تفریق کرنی پڑی لیکن جو لوگ حرکت اور لے کے مسئلہ کے متعلق غلط خیالات ذہن نشین کئے ہوئے تھے انہوں نے قرآن کریم کی بعض آیات کی جو اس مضمون پر ہیں غلط تاویل کی۔ آیات قرآنی کا اقتباس پیش کرنے سے پیشتر ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس بارہ میں اسلامی تعلیمات کسی قدر بیان کی جائیں۔ ان تعلیمات کا تجربہ کر کے جب دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ قسمت کے عقیدہ کے قطعی خلاف ہیں۔ قسمت بدی کو ناگزیر بنا دیتی ہے لیکن قرآن کریم کہتا ہے کہ بدی انسانی فعل سے پیدا ہوتی ہے اور اس سے بچاؤ ہو سکتا ہے۔ قسمت کے عقیدہ کی رو سے مصیبت اٹل اور تقسیم ازل کے حکم کے ماتحت ہے لیکن اسلام سکھاتا ہے کہ یہ ہماری لاعلمی

یا قانون کی خلاف ورزی سے پیدا ہوتی ہے قسمت کا ماننے والا مجبوراً یہ مانتا ہے کہ نیکی اور بدی اللہ تعالےٰ نے پیشتر سے ہی مقرر رکھی ہے لیکن مسلمانوں کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ وہ ایمان رکھیں کہ نیکی اور محض ہی اللہ تعالےٰ سے آتی ہے۔ اور بدی انسانی تحصیل ہے۔ علاوہ ازیں قسمت کے عقیدے سے یہ نتیجہ ناگزیر ہوگا کہ انسان میں لامحدود ترقی کی قابلیت موجود نہیں ہے۔ اور قانون اور اسکی بجا آوری کی ضرورت بھی نہیں رہتی اسلام اس قابلیت کی موجودگی کو تسلیم کرتا ہے۔ اور ارتقاء انسانی کیلئے قواعد و ضوابط نافذ کرتا ہے قسمت نیکی و بدی میں تمیز کی گنجائش نہیں چھوڑتی۔ اسلام سکھلاتا ہے کہ انسان کو نیکی و بدی میں تمیز کرے۔ اور ان دونوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کی سمجھ دی گئی ہے۔ لہذا انسان اپنی قوت ممیزہ کے استعمال کا ذمہ دار ہے۔ اسی وجہ سے علت و معلول کا مسئلہ اسلام میں ایک عقیدہ بنگیا۔ نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی انسانی عقل کو مضبوط کرنے کے لئے سکھایا جاتا تھا۔ کہ غیر متبدل قوانین کے ماتحت نیکی سے نیکی اور بدی سے بدی مجبوراً پیدا ہوگی۔ یہ مقدر ہو چکا ہے۔ پس علت و معلول کا سلسلہ ایک قانون الٰہی ہے خواہ تم اسکو تقدیر کہو یا قسمت۔ قرآن کریم میں یہی سکھایا گیا ہے۔ یہ تعلیم قسمت کے عامیانہ مفہوم کے قطعی خلاف ہے قرآن کریم اور احادیث نبی صلعم کے مندرجہ ذیل اقتباسات سطور بالا کی تائید کرتے ہیں:۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝ الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ ۝ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ ۝ (اپنے پروردگار اعلیٰ و برتر کی تسبیح و تمجید کر جو پیدا کرتا ہے اور مکمل کرتا ہے اور اشیاء کو مقررہ اندازہ سے پیدا کرتا ہے اور انکی ہدایت کرتا ہے) وَالْقَدْرُ خَيْرُهُ وَشَرُّهُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى (یعنی اس نے ایک قانون بنا دیا ہے جس کے ماتحت اگر انسان بعض اشیاء کو ملائے یا علیحدہ کرے۔ تو اس میں سے نیکی یا بدی کا پیدا ہونا لازمی ہوگا۔ اور چونکہ انسان کو علم اور تمیز عطا کی گئی ہے وہ ان چیزوں کو ترک کر سکتا ہے جن سے بدی پیدا ہوتی ہے اور ان کو اختیار کر سکتا ہے جن سے اچھائی پیدا ہوتی ہے) لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین امنوا وعملوا الصلحت فلهم اجر غیر ممنون (یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو نہایت ہی اعلیٰ قابلیتوں کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے لیکن وہ بعض اوقات تنزل کی راہ بھی اختیار کر لیتا ہے لیکن اگر وہ ایمان لائے اور شریعت کی پابندی کرے اور اعمال صالحہ کرے۔ تو وہ نہ ختم ہونے والے انعامات کا محدود ہو جائیگا۔ روح انسانی میں ایک توازن قائم کیا گیا ہے اور اسکو

نیکی اور بدی میں تمیز کرنے کی سمجھ دیگئی ہے (ونفس وما سوّٰها فالهمها فجورها و تقوٰها) جو کچھ بھلائی انسان کو پہنچتی ہے وہ منجانب اللہ ہی پہنچتی ہے۔ اور جو کوئی تکلیف اسے پہنچتی ہے وہ اپنی جان سے ہی آتی ہے (ما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك) جو کچھ انسان پر مصیبت پہنچتی ہے یہ اُسکے اپنے ہاتھ کا کمایا ہوا ہوتا ہے پھر بھی اللہ تعالے بہت معاف کر دیتا ہے (وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم ويعفوا عن كثير) جس نے ذرہ بھر بُرائی کی ہوگی وہ قیامت کے دن اُسے دیکھ لیگا اور جس نے ذرہ بھر بھلائی کی ہوگی وہ اُسے دیکھ لیگا (فَمَن يَعمَل مِثقَالَ ذَرَّةٍ خَيرًا يَرَهُ وَمَن يَعمَل مِثقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ) اللہ تعالے کسی شخص کو اُسکی ہمت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جو کچھ وہ کماتا ہے اُسی کو ملتا ہے اور جو کچھ وہ کرتا ہے اُسی کا اجر وہ پاتا ہے (لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفسًا اِلَّا وُسعَهَا لَهَا مَا كَسَبَت وَعَلَيهَا مَا اكتَسَبَت)

یہ ہے دین اسلام جو اس عقیدہ مبحوث فیہ کا ہر طرح سے ابطال کرتا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ کس طرح یہ عقیدہ قرآن کریم کے نام منسوب کیا جاسکتا ہے جس کی پہلی ہی آیت قسمت وغیرہ کے تمام عقاید کا بطلان کرنے کے لئے کافی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین۔ تمام تعریفیں اللہ تعالے کیلئے ہی ہیں جو اس کائنات کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے والا ہے اور جو ان تمام قوی کو جو اس نظام کائنات میں پوشیدہ ہیں ترقی دیتا ہے۔ اور جس نے وہ تمام اشیا پیدا کیں جن کی انسانی نشو ونما اور ارتقا کے لئے ضرورت ہوتی ہے اور جو بیش بہا اور لا انتہا انعامات ہم کو عطا کرتا ہے جب ہم اُس کے پیدا کردہ اسباب کو اپنے فائدہ کیلئے استعمال میں لاتے ہیں اور جو ہمارے اعمال سیئہ کی ہم کو سزا دیتا اور نیک اعمال کا اجر دیتا ہے اللہ تعالے کی یہ چار صفات جو قرآن کریم کی پہلی آیت میں مذکور ہیں فی الجملہ و فی نفسہا قسمت کے عقیدہ کے خلاف ہیں۔ اگر قسمت کا عقیدہ درست ہے تو ترقی کا راستہ ہر ایک کیلئے کھلا نہیں ہوسکتا لیکن رب اور رحمن کے الفاظ سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالے انسانوں کی انفرادی ترقی چاہتا ہے۔ وہ ہر ایک فرد واحد کو اعانت کرے۔ اور اسکی ترقی میں امداد دینے کیلئے ہر وقت طیار ہے۔ اور جو اسباب اس نے پیدا کئے ہیں۔ وہ سب کے لئے یکساں موجود ہیں۔ کسی خاص منعم علیہ گروہ کیلئے محدود نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں قسمت کے عقیدہ کے مطابق ہم

ایک گل میں اور ہمارے افعال اضطراری ہیں اور فطری ہیں۔ لہذا ہم کسی انعام کے مستحق نہیں ہیں۔ اور کسی سزا کے مستوجب لیکن رحیم اور مالک یوم الدین سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے اعمال حسنہ کا ہم کو بے انتہا اجر ملیگا۔ اور ہمارے اعمال بد کی ہم کو سزا ملیگی۔ غرضیکہ جو مذہب اس جہان میں اور آخرت میں انسانی راحت اور کامیابی ایک بڑی حد تک عقائد حسنہ کے ساتھ قوانین کی بجا آوری پر منحصر کرتا ہے اور سکھاتا ہے۔ کہ اس جہان میں اور عاقبت میں تمام مصائب و آلام اکتسابی ہیں۔ اسے کسی طرح سے بھی قسمت کے عقیدہ کے مترادف قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اور یہ مذہب اسلام ایسا مذہب ہے جو ایمان کے ساتھ اعمال حسنہ کی بھی تلقین کرتا ہے۔ روز روشن کی طرح ظاہر ہے +

عیسائیت قسمت کا عقیدہ ہے

برخلاف اسکے جو مذہب یا عقیدہ کسی خاص مسائل پر ایمان لانے کو ہی نجات کا واحد ذریعہ قرار دیتا ہے وہی عقیدہ قسمت کی طرف راجع ہوتا ہے بعض عقائد پر ایمان لے آؤ تو نجات مل جائیگی۔ اور اگر نہ ایمان لاؤ تو تم بمع تمہارے تمام اعمال حسنہ کے دائمی جہنم میں جاؤگے پس نجات اور عذاب عاقبت محض اتفاقات ہیں اس طرح سے نجات بعض لوگوں کا پیدائشی ورثہ ہوجاتا ہے۔ اور دوسروں کو دائمی موت ایسے ہی ترکہ میں ملتی ہے۔ کیونکہ عموم عقائد کی تبدیلی کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ اور شاذ ہی کوئی لوگ اس مذہب عقیدہ کو جو گرد و پیش کے حالات نے ان کو اختیار کرنے پر مجبور کردیا ہو ترک کرنے کا خیال بھی نہیں کرتے۔ وہ جس عقیدہ میں پیدا ہوتے ہیں اسی میں مر جاتے ہیں۔ اگر وہ اتفاق سے کسی پسندیدہ عقیدہ کو قبول کریں۔ تو وہ ناجی ہو جاتے ہیں۔ اگر نہ کریں۔ تو عاقبت کا عذاب ان کا حصہ ہے۔ تو وہ ناجی ہو جاتے ہیں۔ اگر نہ کریں۔ تو عاقبت کا عذاب ان کا حصہ ہے۔ یہ ہے یہی قسمت کا عقیدہ لہذا عیسائیت اور قسمت کا عقیدہ حقیقت میں مترادف ہیں۔ کامن پریئر بک (کتاب نماز عام) کو کھولو۔ اسمیں یہ لکھا ہوا پاؤ گے:۔

"جو کوئی نجات پائیگا۔ سب سے پہلے یہ مقدم اور ضروری ہے کہ وہ کیتھولک عقیدہ رکھتا ہو۔ اور جو کوئی اس عقیدہ کو ثابت اور پاک نہیں رکھیگا۔ بلاشبہ وہ دائمی موت کا شکار ہوگا" +

اور کیتھولک عقیدہ یہ ہے۔ "کہ ہم ایک خدا تین میں اور تین میں ایک کی عبادت کرتے ہیں" +

کیا وجہ ہے کہ وہ لکھوکھا انسان جو اپنی زندگی میں کبھی بھی نیک بننے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور

عیسائیوں کے گھروں میں پیدا ہونے کی وجہ سے جو عقائد طفولیت میں انکو سکھائے جاتے ہیں انکو بلا سوچے سمجھے قبول کر لیتے ہیں نجات پا جائیں اور وہ کروڑہا انسان جو مسئلہ کفارہ کی قبولیت کے حق میں ناموافق حالات کی وجہ سے مسیح پر ایمان لائے بغیر مر گئے ابدی موت کا شکار ہوں۔ اور کیا وجہ کہ وہ لوگ جو ان قطعات ارض میں بودوباش رکھتے تھے اور اب بھی رکھتے ہیں جہاں عیسائی مشنری اب تک نہیں پہنچے ابدی جہنم میں جھونک دئے جائیں۔ انہوں نے مسیح کا نام کبھی نہیں سنا اور ان کو کلیسیا کے عقائد کی راز سربستہ خوبیاں جاننے کا کوئی موقعہ نہیں ملا۔ اور ان لاتعداد شیر خوار بچوں کا کیا حال ہوگا جو قبل از وقت مر جاتے ہیں۔ اور غیر ناجی خاندانوں میں پیدا ہونے کی وجہ سے کلیسیا کی اس بے معنی رسم کی رعایت کے نیچے نہیں آتے جس سے دینی باپوں اور دینی ماؤں کا گروہ پیدا ہو گیا ہے یہ تمام مختلف اقسام کی روحیں بوجہ ایسے حالات کے جن پر ان کو کوئی قابو نہیں تھا دائمی عذاب میں گرفتار ہونگی۔ یہ ہے خالص اور سرتاپا عقیدہ قسمت۔ خیالات بالا یہ تغیرات ضروریہ کرم یعنے تناسخ کے عقیدہ پر بھی حاوی ہوتے ہیں جس کے رو سے ہماری موجودہ زندگی کی راحت و غم ایک خاص دلچسپی رکھتا ہے اور ہم آیندہ کسی فرصت میں اس کے متعلق کچھ لکھیں گے +

نمبر (۵)

صفاتِ الٰہی

از قلم جناب خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ
وَاُولٰۤئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۙ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ
قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ
قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ
بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ۚ زُيِّنَ لِلنَّاسِ

حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ○ (سورہ آل عمران رکوع ۲)

ترجمہ تحقیق جو لوگ کہ کافر ہوئے نہ کفایت کرینگے اُن سے مال اُن کے اور اولاد اُنکی اللہ سے کچھ۔ اور یہ لوگ وہی ہیں ایندھن آگ کے جیسی عادت لوگوں فرعون کی اور جو لوگ کہ پہلے ان سے تھے جھٹلایا انہوں نے نشانیوں ہماری کو پس پکڑا ان کو اللہ نے ساتھ گناہوں اُنکے کے اور اللہ سخت عذاب کرنیوالا ہے۔ کہہ واسطے ان لوگوں کے کہ کافر ہوئے شتاب مغلوب ہوگئے تم اور اکٹھے کئے جاؤگے طرف دوزخ کے اور بُرا ہے بچھونا۔ تحقیق ہے واسطے تمہارے نشانی بیچ دو جماعت کے کہ آملیں آپس میں ایک جماعت لڑتی ہے بیچ راہ اللہ کے اور دوسری کافر تھی دیکھتے تھے وہ کافر مسلمانوں کو دو برابر اپنے دیکھنا آنکھ کا۔ اور اللہ قوت دیتا ہے ساتھ مدد اپنی کے جس کو چاہے تحقیق بیچ اس کے البتہ نصیحت ہے واسطے آنکھ والے کے۔ زینت دیگئی واسطے لوگوں کے محبت خواہشوں کی عورتوں سے اور بیٹوں سے اور خزانے اکٹھے کئے ہوئے سونے سے اور چاندی سے اور گھوڑے نشان کئے ہوئے اور چارپائے اور کھیتی۔ یہ فائدہ ہے زندگانی دُنیا کا۔ اور اللہ نزدیک اسکے ہے اچھی جگہ پھر جانے کی۔ کہ کیا خبر دوں میں تم کو ساتھ بہتر کے اس سے واسطے ان لوگوں کے کہ پرہیزگاری کرتے ہیں نزدیک رب انکے کے بہشتیں ہیں چلتی ہیں نیچے ان کے سے نہریں ہمیشہ رہنے والے بیچ اسکے اور بیبیاں ہیں پاک ہوئی اور رضامندی اللہ کی طرف سے۔ اور اللہ دیکھنے والا ہے ساتھ بندوں کے۔

یہ رکوع جو میں نے اب تلاوت کیا ہے قرآن شریف کی بڑی بڑی صداقتوں میں سے بعض کی طرف ہماری توجہ کو مبذول کرتا۔ یہ آیات ہماری مذہبی صداقتوں ہی کو ظاہر نہیں کرتیں بلکہ وہ راہ اور طریقے بھی بتلاتی ہیں جن سے ان آیات پر کامیابی کے ساتھ عملدرآمد ہو سکتا ہے مذہب سے مُراد اس قسم کے سادے اور عام اعتقادات ہی نہیں جو کہ ہم اپنی ماں کی گود میں سیکھتے ہیں اور نہ کوئی

ایسا ناقابلِ حل عقدہ پیش کرتا ہے جس کی ناواقفیت ان پر عمل نہ کرنے کے لئے کافی عذر خیال کیا جائے
مذہب کی غرض ان باتوں سے بالاتر ہے۔ ہم اب آیات بالا کی تعلیم کو امور ذیل کی روشنی میں دیکھتے ہیں مثلاً
اگر بعض کا خیال ہے کہ مذہب کی بڑی غرض و غایت جناب مسیح کے خون پر اعتقاد رکھنے سے
پوری ہو جاتی ہے۔ تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان لکھو کھا مخلوق کا کیا حشر ہوگا جو حضرت مسیح کے
خود اس دنیا میں ظاہر ہونے سے پیشتر زندہ رہکر فوت ہو گئے۔ اور یہی سوال واقعہ صلیب کے متعلق ہمارے
اعتقاد پر ہو سکتا ہے۔ یہ صریحاً ایک عذر لنگ ہے کہ خدا نے اپنا پرانا نظام بدل کر دنیا کو جناب مسیح کے ذریعہ
ایک نیا نظام عطا کیا۔ اور پرانے نظام کو بالکل منسوخ کر دیا۔ اس عذر کو قبول کرنا گویا خدا کی صفت
ہمہ دانی سے اُسے محروم کرنا ہے اور یہ بھی ماننا پڑیگا کہ خدا ہماری قوتوں سے ناواقف تھا۔ اور وہ یہ نہ جانتا
تھا کہ انسان اس کے احکام اور اسکی شریعت پر عمل کرنے سے قاصر ہے۔ اور اگر یہ بات نہیں تو پھر کیوں
اس نے اپنی مخلوق کیلئے پہلے ایک نظام مقرر کیا۔ اور پھر یہ معلوم کرکے کہ وہ اس بوجھ کو نہیں
اُٹھا سکتی تو اس پر اپنا فضل کر دیا۔ اب ہم اس مسئلہ کے دوسرے پہلو پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور
پوچھتے ہیں۔ کہ خدا کی عنایت اور فضل اسکی لکھو کھا مخلوق تک کس طرح پہنچ سکتا ہے جو جناب مسیح
کے ذریعہ خدا کا کلام دنیا میں آنے کے بعد بھی نہ سُن سکے عیسائی مذہب کا چرچا تمام دنیا میں
ہو رہا ہے تاہم ابھی ایسے مقامات موجود ہیں جہاں یہ مذہب یا جناب مسیح کی آواز نہیں پہنچی۔
حقیقت تو یہ ہے کہ خدا کا فضل سب کے لئے یکساں ہے۔ اس نے دُنیا کو ایک ہی انداز پر بنایا ہے جب
اس نے اپنی عنایات جسمانی لحاظ سے سب کو برابر برابر عطا کی ہیں تو اپنی رُوحانی الطاف کا دروازہ
بعض پر بند کرنا کیوں کر پسند فرمائیگا سُورج کی کرنیں تمام کی آنکھوں پر ہوتی ہیں۔ اسی طرح
خدائی نور کے شعلے بھی سب تک پہنچتے ہیں۔ اس طریق استدلال سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مذہب
سچا نہیں ہو سکتا جو انسان کو اپنے احکام کی تابعداری پر مجبور نہیں کر سکتا۔ لیکن برعکس اس کے
ہمارا دعویٰ ہے کہ انسان کی فطرت ہی میں مذہب کے صحیح اصول گندھے ہوئے ہیں۔ انسان
اخلاقی پہلو سے اپنے اندر بعض قوتیں اور طاقتیں ایسی رکھتا ہے جو پرورش کی محتاج ہیں
اور اس کے اندر اس راہ پر چلنے کی خواہش ہے جس پر قدم مارنے سے یہ قوتیں ترقی حاصل کرتی
ہیں۔ اور اس اصول ہی کا نام مذہب ہے جو قوموں کی ترقی و تربیت کے عمل کو حقیقت کر دکھلاتا ہے

انسان اپنی فطرت کی نظر میں اپنے عملوں کا ذمہ دار ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ انسانی اعضا جن میں خوراک جاتی ہے کوئی ایسی چیز قبول نہیں کرتے جو انہیں مضرت پہنچائے۔ جہاں تک ان اعضا کا تعلق ہے ہماری فطرت کے اختیار میں ہے کہ صحیح قسم کی خوراک کو پسند کرے۔ اور خراب یا غلط قسم کو رد کردے۔ اگر ہمارے معدہ میں مکھی چلی جائے تو معدہ میں اسکے آنے سے سخت فتور پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے روحانی اعضا بھی پرورش کے محتاج ہیں۔ اور فطرت کے مطابق وہی مذہب ہے جو روحانی اور اخلاقی قویٰ کو مضبوط بنادے چنانچہ قرآن شریف ذیل کی آیات میں اسی امر کی طرف اشارہ کرتی ہے +

فطرۃ اللہ الذی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک دین القیم۔

انسان کی فطرت ہی اس کا مذہب ہے اور اس ذات کے نمود اور اظہار کے ساتھ ہی اس کے اندر مذہبی تحریک و تمیز پختہ ہوتی ہے۔ خدا کی طرف سے تمام الہامات صرف اسی صداقت کو یاد دلانے کے لئے ہوتے ہیں۔ وہ ہمیں بتلاتے ہیں کہ ہمارے اندر بڑی کام کی قوتیں رکھی گئی ہیں۔ جن کی وجہ سے ہم آخرش ان شاہراہوں پر چلتے ہیں جن کا ہماری فطرت کو علم ہوتا ہے۔ اور پھر الہامات براہ راست رہبری کے لئے ہوتے ہیں۔ جن سے ہماری اخلاقی ہستی بہتر اور مضبوط ہوتی ہے پس تمام الہامات بطور یاد دہانی کے ہیں۔ اور اسی سے قرآن شریف اکثر انہیں **ذکر** یعنے یاد دہانی کے نام سے پکارتا ہے +

اگر ہم ذرا تھوڑی دیر کے لئے اپنی ہستی پر غور کریں نیز ان جسمانی اور اخلاقی عناصر پر جن سے اسکی ترکیب ہوتی ہے اور ان ذرائع پر جو اُن کے پرورش اور نمود میں مدد دیتے ہیں پھر ان چیزوں کے لئے اپنی تلاش پر جن سے خوشحالی اور ترقی زیادہ محفوظ اور [illegible] جاتی ہے اور اپنے اردگرد ان چیزوں کی موجودگی پر بھی تدبر کریں جو نہ صرف ہمارے وجود ہی کی پرورش کرتی ہیں بلکہ ہم میں اس امر کی تحریک پیدا کرتی ہیں کہ ہم زیادہ عمدگی اور قوت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی کوشش کریں تو یہ ثابت ہو جائیگا کہ اس قسم کے قواعد و ضوابط کی موجودگی میں جن کے ماتحت ہمارے تمام مذکورہ بالا حالات جسمانی و مادی صورت اختیار کرتے ہیں +

کیا ان سب باتوں سے اس بڑی ہستی کا پتہ نہیں چلتا جس نے دنیا کو پیدا کیا اور نہایت عجیب اور باریک در باریک نظام بنایا۔ یعنے اس مالک کا جس نے ہمیں ضروری قوتیں عطا کیں اور ان قوتوں کو نشوونما دینے کے لئے ہم میں جوش اور زندہ خواہش ڈال دی۔ اور آخرش چند ایک صاف اور اٹل قوانین کے ماتحت ہماری ترقی کو آسان کرنے کے لئے تمام ذرائع مادی وغیر مادی کو بہم پہنچا دیا۔ اسی ہستی کا نام قرآن کریم کی اصطلاح میں رب ہے۔ اور اس قسم کے رب کو پہچاننا اور اسکی فرمانبرداری کرنا ہماری فطرت میں بطور ودیعت رکھا ہے۔ اپنے آپ اور اپنی فطرت سے یہی سوال کرو۔ جواب فوراً پاؤ گے کہ اس قسم کے رب اور مالک کی اطاعت نہایت ضروری ہے اسلئے جو مذہب ہماری زندگی کی اس مرکزی حقیقت کو ذہن نشین کراتا ہے۔ اس قابل ہے کہ بمقابلہ دیگر مذاہب کے تمام منطقی اور سمجھ دار نیز سادہ لوح اور سیدھے اسکی پیروی کریں۔ قیامت کے دن جب انسان اپنے خالق کے روبرو حاضر ہوگا۔ تو وہ اپنی مخلصی یہ کہکر نہیں کرا سکتا کہ اس کے والدین نے اسے کسی مذہب کی تعلیم نہیں دی۔ یا کسی استاد نے اسے کوئی مذہب نہیں بتلایا کیونکہ ہمارے اندر ہی ایک مذہب اور سچا مذہب ہے۔ اگر ہم اسکی طرف سے غفلت کریں اور اپنی فطرت کے پیچھے نہ چلیں تو ہم اپنے لئے اسی طرح ایک زندہ دوزخ تیار کرتے ہیں جس طرح کہ ہم اسکی متابعت کرتے اپنے لئے بہشت کا سامان بناتے ہیں۔ غرض کہ سچا مذہب وہی ہے جس کی وجہ سے ہماری روزمرہ کی زندگی میں ہماری فطرت کا اظہار ہوتا ہے۔ الہامات جو خدا کی طرف سے ہوتے ہیں ہماری فطرت کو اس کے کاموں میں مدد دیتے ہیں۔ جو شخص آنکھیں رکھتا ہوا نہیں دیکھتا جو کان رکھتا ہوا نہیں سنتا اور صحیح دماغ رکھتا ہوا غور نہیں کرتا۔ وہ حقیقت میں اپنی فطرت کی مخالفت کرتا ہے وہ سچ تو یہ ہے کہ اپنے لئے دوزخ تیار کرتا ہے۔ وہ دوزخ جس کی طرف قرآن مجید کی آیات ذیل میں اشارہ کرتا ہے:۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ۝ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ

(سورۃ الہمزہ) **ترجمہ**۔ اور کیا جانے تو کیا ہے حطمہ۔ آگ ہے اللہ کی سلگائی ہوئی۔ وہ جو چڑھ آتی ہے اوپر دلوں کے +

یہ ایک تعجب انگیز بات ہے کہ مغربی دنیا باوجودیکہ اس نے صنعت حرفت اور سائنس میں

حیرت انگیز ترقی کی ہے ۔ تاہم دنیا کے دیگر ممالک کے مقابلہ میں کوئی معقول مذہب اختیار کرنے میں کوسوں دور رہ گئی ہے ۔ وہ لوگ جو فطرت سے اسکے نا تحقیق شدہ اور پوشیدہ راز کو بڑی دلیری سے قبضہ میں لانا چاہتے ہیں ۔ وہ بچوں کی طرح گفتگو کرتے ہیں جبکہ جناب مسیح کے خون کے ذریعہ کفارہ کے متعلق ان سے بحث کیجائے ۔ اے کاش وہ تھوڑا سا وقت اس بڑی صداقت پر غور کرنے کیلئے کہ انسان خدا کی شکل پر بنایا گیا ہے خرچ کرتے اس صداقت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس انسان کو اس طور پر پیدا کیا گیا ہے ۔ اسمیں بعض خدائی صفات ہیں جن سے تمام دنیا منوّر ہو سکتی ہے ۔ اگر انکی طرف خاص توجہ دی جائے ۔ سچے مذہب کی اصل غرض یہ ہے کہ وہ خدائی راہوں پر چلا کر ہمارے اندرونی خدائی جوہر کو روشن کرے ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارے ہاتھ اور ہمارے اعضا خدا کے ہاتھ اور اعضا ہو جائیں گے ۔ کیونکہ ہم کسی مذہب کو صحیح اور راست نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ خدائی صفات اور تجلیات وہ ہم پر ظاہر نہ کرے اور ہمیں وہ طریق نہ دکھلائے جن سے ہم اپنی پوشیدہ خدائی طاقتیں بڑھا سکیں ۔ قرآن مجید کا احسان دنیا پر بہت بھاری ہے ۔ کیونکہ اس نے ہمیں بتلایا کہ خدائی صفات کیا ہیں اور حضرت رسول اکرم کی زبان مبارک سے ہمیں تخلقوا باخلاق اللہ کا حکم سنایا ۔ قرآن شریف بتلاتا ہے کہ خدائی صفات و خصائل کے انکار سے ہمارے بد اعمال پیدا ہوتے ہیں ۔ چنانچہ ذیل کی آیات میں ان صفات کا ذکر ہے +

وللہ الاسمآء الحسنیٰ فادعوہ بہا وذروا الذین فی اسمائہ سیجزون ما کانوا یعملون ۰ (سپارہ نہم سورہ اعراف) **ترجمہ** ۔ اور واسطے اللہ کے ہیں نام اچھے پس پکارو اس کو ساتھ انکے ۔ اور چھوڑ دو ان کو جو کج راہی کرتے ہیں بیچ ناموں اسکے کے البتہ جزا دیئے جاوینگے جو کچھ کہ کرتے ہیں اسماء آلہی کے متعلق سیدھی راہ کو چھوڑنا گویا ان اسماء کی بے حرمتی کرنا ہے ۔ اور اپنے روزانہ الفاظ اور اعمال میں انکی تقدیس کو ملحوظ رکھنا ان کی تعظیم کرنا ہے ۔ یا بالفاظ دیگر ان کی اصل جوہر و روح سے انکار کرنا ہے ۔ قرآن میں خدا کے ننانویں مختلف اسماء ہیں جو اس کے مختلف صفات کو ظاہر کرتے ہیں ۔ اور سچا مسلمان وہی ہے ۔ جس کے اقوال و افعال سے ان صفات آلہی کی خوبی و فضیلت کی جھلک دکھائی دیتی ہے +

اذان

(مسئلہ دعوۃ الصلوٰۃ)

اللہ اکبر جب روشنی کی مدھم شعاع شب دیجور کے تاریک پردہ کو چھیدتی ہوئی نئے دن کا افتتاح کرتی ہے تو مؤذن کی دلکش و سریلی آواز خالق اکبر کی قدرت و جبروت کی طرف دنیا کو متوجہ کرنے کے لئے کانوں میں گونجتی ہے یہ دعوت نماز بنی نوع انسان کو ظلمت تاریکی کے شہزادہ کے مکر و فریب و دھوکہ کو ترک کرنے کا حکم کرتی ہے تاکہ انسان ربانی نور و روشنی سے متمتع ہو۔ اور نور و صفائی کے حاصل کرنے کے لئے اپنے قلب سلیم کو کھولے۔ اور شک و شبہ اور دام و فریب کی قبیح عادات سے اپنے آپ کو مطہر مصفّٰے کر لے۔ اور صبح سویرے ہی پہلی آواز جو کانوں میں گونجتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا احسن اسم مبارک ہے

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ - ان تمام دنیوی مخمصوں و الجھنوں سے جو انسان کی روحانی ترقی میں مانع ہیں۔ اور ان بتوں کو جو اس کے اپنے ہی تراشیدہ ہیں اور ان خواہشات و جذبات کو جو روح و قلب کو اللہ تعالیٰ سے دور پھینکتی ہیں مؤذن یہ کلمہ مبارک کہہ کر انسان کو ان سب معبودان باطل کو پس پشت ڈالنے کے لئے مدعو کرتا ہے تاکہ ضعیف البنیان ہستی کو اس کا احساس ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی بھی پرستش و عبادت کے شایاں نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی بھی معبود حقیقی نہیں +

اشہد ان محمدا رسول اللہ - اسجگہ مؤذن انسان کو بتلاتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ انسان کو روز بروز اکیلا ہی بے یار و مددگار کے جدوجہد کرنے کیلئے نہیں چھوڑتا بلکہ انسان سے ہمکلام ہوتا ہے اور دنیا کو معلم و معاون مرحمت فرماتا رہتا ہے۔ اور یہ امر اسبات کی دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال رحم کی وجہ سے اپنے آپ کو برگزیدوں کے ذریعے منکشف کیا لیکن جب دنیا کی ضروریات بہت بڑھ گئیں۔ تو سب سے عظیم الشان پیغمبر کو تمام نسل انسانی کی ہدایت و رہبری کیلئے مکمل ہدایت نامہ دیکر مبعوث فرمایا۔ آپ کی ذات

کے سوا باقی تمام معلمان مذاہب نے قومی پیغام دیا جو مختص بالقوم تھا لیکن ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد صلعم سرور کائنات کُل دُنیا و جہان اور تمام نسل انسانی کیلئے مبعوث ہوئے آپ کی ذات جامع الاصفات ہمارے نمونہ و اُسوہ حسنہ ہے۔ اور آپ ہمارے رہبر مُربی و مزکی و معلم ہیں اور آپ عارف تام ہیں۔ اور دوسروں کو اسی معرفت و نور سے منور فرماتے ہیں۔ مؤذن کی دعوت ہر ایک انسان کے قلب میں گھُس جانی چاہیئے۔ اور اسے شہادت دینی چاہیئے۔ کہ حضرت محمد صلعم خداوند تعالےٰ کے پاک اور سچے رسُول ہیں۔ اور پھر اسے خداوند تعالےٰ کے کلام اور اسکی پاک و بے بابرکت کتاب قرآن کریم جو اللہ کے سچے پیغامبر کے دہن مبارک سے نکلکر دُنیا پر نازل ہُوئی۔ ہدایت پاکر اس دُنیا میں خاتمہ بالخیر کے لئے سعی بلیغ کرنی چاہیئے۔ اور اس دُنیا کو اور بھی روشن خیال۔ ہم آہنگ اور دلفریب بنانے کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔ اور امن و سلامتی کے مذہب سے نسل انسانی کو اسی زمین پر بہشتی زندگی بسر کرنی نصیب ہو جائیگی۔ خدا کرے کہ تمام نسل انسانی جلدی سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول کرلیں۔

حیّ علی الصلوٰۃ (نماز کو آؤ) کی بلند آواز ابھی تک ہماری توجہ کو مقید کئے ہوئے ہے۔ صبح سویرے خواب آلودہ سے بیدار ہوتے ہی جب ہماری آنکھیں کھلتی ہیں اور ہمارا نظام جسمانی ذرا چست ہوتا ہے اور خارجی تاثرات اپنا کام کرنے لگتے ہیں۔ تو ہم تمام دُنیوی تفکرات و خیالات سے یکسو ہو کر اللہ تعالےٰ کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ اور تاکہ اللہ تعالےٰ ہمیں تمام طمع۔ آزمائشوں اور ابتلاؤں کے مقابلہ کرنے کی استعانت و طاقت طلب کرتے ہیں۔ تاکہ وہ ذات باری اعلیٰ ارفع و اعلیٰ رُوحانی راہ پر اور بھی اُونچا چڑھنے میں ہماری امداد فرمائے جس سے اس کا قرب حاصل ہو۔ اور انسان کی رُوحانی تکمیل ہو +

حیّ علی الفلاح۔ اگر انسان درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ لو لگا لیتا ہے اور اسکی ہدایت و شریعت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے اور فقط اسی کے حضور عجز و نیاز کرتا ہے۔ اور سب کچھ اسی سے طلب کرتا ہے اور صراط مستقیم پر گامزن ہوتا ہے تو حیّ علی الفلاح (یعنی مستقبل کی فلاح کی جانب دوڑو) ہی ایک صادق پرستار کیلئے صراط مستقیم ہے جو مکمل ہدایت حاصل کرنے کے بعد اسے حاصل ہوتا ہے۔ اور ربانی افضال کا آہستہ آہستہ آشکارا ہونا

کس قدر دلفریب و خوشنما اور حیرت افزا ہے۔ اور کہ جب ہم اس احکم الحاکمین کے آگے سرنگوں ہوتے ہیں۔ اور اسکے معاوضہ میں ہمیں اصلی و حقیقی فلاح نصیب ہوتی ہے +

الصلوٰۃ خیرٌ من النوم (نماز خواب گراں سے بہت بہتر ہے) اللہ نے انسان کو بہت سے اوصاف سے موصوف کیا ہوا ہے۔ اور یہی ذات باری کی طرف سے حکم ہے کہ وہ ان نعمائے آلہیہ کو اچھی طرح سے استعمال کرے۔ اور غافل سست و کاہل نہ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگے۔ کہ وہ ذات قدس اسے اسی کی راہ میں تمام عمر بسر کرنے کی طاقت و استطاعت عطا فرمائے اور روز بروز نسل انسانی کی خدمت کرنے میں امداد و نصرت فرمائے +

الصلوٰۃ خیرٌ من العمل (نماز تمام عوامل سے بہت ہی احسن و اعلےٰ ہے) نماز کے وقت انسان کس قدر مطہر و متبرک ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی ذات کے سوائے اس وقت اور کوئی بھی چیز یاد نہیں ہوتی۔ اور اسکی تمام تر توجہ اس محبوب اسی ذات میں محو ہوتی ہے۔ اور وہ روحانی طور پر ربانی نور میں بلند پرواز ی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ کا جاہ و جلال اس کے قلب کو منور کر دیتا ہے اور وہ سرچشمہ نور میں غوطہ زن ہو کر نورٌ علےٰ نور ہو جاتا ہے یہ کیفیت قلبی تمام لمعات زندگی کی تمام ساعتوں سے زیادہ مسرور اور انسانی نصب العین کا ارفع و اعلےٰ مقام ہے۔ اور قرب آلہی کی بلند ترین ہوتی ہے اور تکمیل و ہدایت کی حقیقی ساعت ہوتی ہے حقیقتاً مؤذن کی "الصلوٰۃ خیرٌ من العمل" کی صدا بالکل صحیح و صداقت پر مبنی ہے +

اللہ اکبر۔ اللہ بڑا ہے وہ بے نیاز ہے اور قادر مطلق ذات اکبر ہے ساتھ ہی وہ قدوس ذات باری دوست مہربان مربی و حفیظ بھی ہے صحیفۂ قدرت کا ذرہ ذرہ اسکی جبروت سطوت۔ فیاضی اور رحمانیت کا ثبوت دے رہا ہے اس دنیا کی تمام اشیاء اس وقت تک بالکل حقیر۔ بے سود خفتہ و حالت جمود و خمود میں رہتی ہیں۔ جب تک کہ ربانی طاقت ان کو تحریک و تحریص نہیں کرتی۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں استعمال نہیں کیجاتیں +

لا الٰہ الا اللہ۔ انسان کو اسیات کا کامل الیقین و ایمان رکھنا چاہئے
اس معبود حقیقی کے سوائے کسی چیز کی عبادت سزاوار نہیں۔ اسے دنیوی اوصاف
کہ جس کا حضرت انسان نے ناجائز استعمال کیا علیحدہ ہو جاؤ۔ کیونکہ یہ دُنیاوی
علائق تم کو اسی طرح اپنی طرف کھینچینگے جس طرح کہ ایک مقناطیس ایک سُوئی کو
اپنی طرف کشش کرتا ہے۔ اور کہ تم اللہ تعالےٰ کے حضور کے حاضر ہو حضرت محمد صلعم
کے قدموں تلے اور ہمارے مطہر و متبرک و مقدس پیغمبر اسلام سے سیکھو۔ اور پڑھو اور
قرآن کریم کے حسن و دلفریبیوں کی تتبع کرو۔ اور ادب و توجہ سے اس کے دلفریب
صفحات کھولو۔ اور غور و فکر و تدبر سے اس کا مطالعہ کر کے اللہ تعالےٰ سے نور ہدایت
پانے کے لئے دُعا کرو۔ اور کہ تمہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ آج کل بھی ایسے
ہی اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے جیسے کہ ازمنۂ سابقہ میں ہُوا کرتا تھا۔ اپنے
قلب کو مطہر و مصفّےٰ کرو۔ اور قبیح و شنیع عادات کو ترک کرو۔ اپنے افعال اعمال
اور خیالات کی حفاظت کرو۔ اور اپنی خداداد استعداد کو مدفون مت کرو۔ بلکہ اُن کو
اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرو۔ اور اپنے ہمجنسوں کی امداد کرو۔ اور اپنے آپ کو
ہمیشہ نور کی ضَو میں رکھو۔ مبادا کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ ارضی شمع کی دھندلی اور مدھم
شعاع تم کو خورشید تاباں کی درخشندگی اور روشنی سے محروم کرے۔ اذان کو یاد
کرو۔ اور اسے اپنے خلوت کے ذکر و فکر میں زبانی دُہراؤ۔ اور اسکے ان گوناگون
محاسن پر غور و تدبر کرو۔ جو اس کے اندر مضمر ہیں۔ اگر کسی کے پاس کافی وقت و
فرصت ہو۔ تو اس مہتم بالشان نبی کریم کی طرف دعوۃ الصلوٰۃ کے عظیم الشان
الفاظ پر جو کہ پانچوں وقت تمام اکناف عالم میں ہر روز گونجتے ہیں۔ اور جو
انسان کو غفلت سُستی اور روزانہ محنت و مشقت سے تازہ دم شگفتہ کرنے کیلئے
اسے ربانی علم و صفائی کی ندی میں غوطہ لگاتی ہے۔ اور اسے بلند پروازی کراتی
ہے۔ یہاں تک انسان اس طرح ارتقائی منازل طے کرتا کرتا اس ارفع و اعلےٰ
منزل مقصود پر پہنچ کر اس کے اندرون قلب سے صدق و صفا کے ساتھ

صلا الہ الا اللہ کا نعرہ توحید اُٹھتا ہے جو تمام شرک کی خس و خاشاک کو بھسم کر دیتا ہے۔ کیونکہ رب العالمین کی ذات کے سوائے اسے تمام دنیا میں اور کچھ بھی نظر نہیں آتا +

"جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تُو ہی تُو ہے"

خالد شیلدرک

عابد حیوان ناقل

حضرت انسان مسلمۂ عابد حیوان ناقل ہے۔ مذہب ایک ایسا عنصر ہے جو کہ خود بخود ضرورتاً فطرت انسانی میں مرکوز ہے۔ جہاں کہیں بھی انسان جاتا ہے اور جس قوم کو دیکھتا ہے وہ یقیناً اپنے ہمجنسوں کو کسی نہ کسی چیز سُورج۔ چاند ستاروں۔ درختوں اور انسان کی عبادت کرتا ہوا پاتا ہے۔ اور اس قسم کی عبادت گو اس کی شان کے شایاں نہیں لیکن اسی سے اس کا اطمینان قلب ہوتا ہے۔ جو کہ اس کی خادم یا اس کے مساوی اسی کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ لیکن مبارک ہے وہ انسان جو ایک صادق واحد خدائے لایزال کا پرستار ہے اور جس سے کہ اس عالم میں اس کی حیثیت کے شایاں اسے نہایت ہی تسلی اطمینان و تسکین حاصل ہوتا ہے +

سُرمۂ بے نظیر سوائے ان چند امراض کے جن کا علاج اپریشن یا بالکل لاعلاج ہو سب امراض کے رفع کرنے میں لاثانی ہے۔ اس میں ممیرہ ہے اور نہ ہی موتی مگر عینک تک چھڑا دیتا ہے علاوہ سر کو ٹھنڈا رکھنے اور محافظ چشم ہونے کے آشوب چشم ضعف بصارت دھند۔ موتیا بند پھولا۔ پلکوں کا گر جانا غبار۔ جالا۔ خارش۔ ککرے۔ پڑوال۔ پانی کا بہنا وغیرہ وغیرہ کے واسطے بہ صفت موصوف ہے۔ تندرستی کی حالت میں استعمال کرنا گویا آنکھوں کی رجسٹری کرانا ہے۔ قیمت فی تولہ دو روپے چار آنے محصولڈاک +

المشتہر

ایم۔ ایم رحمانی دواخانہ اکبری دروازہ لاہور

نظم
در مدحِ قرآن کریم

از نورِ پاکِ قرآن صبحِ صفا دمیدہ
بر غنچہائے دِلہا بادِ صبا وزیدہ

این روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد
وین دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ

یُوسف بقعرِ چاہے محبُوس ماند تنہا
وین یُوسفے کہ تنہا از چاہ برکشیدہ

از مشرقِ معانی صدہا دقائق آورد
قدِ ہلالِ نازک زاں نازکی خمیدہ

کیفیتِ علومش دانی چہ شان دارد
شہدیست آسمانی از وحیِ حق چکیدہ

آں نیّرِ صداقت چُوں رُو بعالم آورد
ہر بُومِ شب پرستی در کُنج خود خزیدہ

رُوئے یقیں نہ بیند ہرگز کسے بدنیا
اِلّا کسے کہ باشد با رُویش آرمیدہ

آنکس کہ عالمش شُد شد مخزنِ معارف
واں بیخبر زعالم کیں عالمے ندیدہ

بارانِ فضلِ رحماں آمد بمقدمِ اُو
بدقسمت آنکہ ازوے سُوئے دگر دویدہ

میلِ بدی نباشد اِلّا رگے زشیطاں
آں را بشر بدانم کز ہر شرے رہیدہ

اے کانِ دلربائی دانم کہ از کجائی
تو نورِ آں خُدائی کیں خلق آفریدہ

میلم نماند باکس محبُوبِ من توئی بس
زیرا کزاں فغاں رس نُورت بما رسیدہ

دیگر

از وحیِ خدا صُبحِ صداقت بدمیدہ
چشمیکہ ندید آں صُحُفِ پاک چہ دیدہ

کاخِ دلِ ما شُد زسماں نافہ مُعطّر
واں یار بیامد کہ زما بود رمیدہ

واں دیدہ کہ نُورے نگرفت ست زفرقاں
حقّا کہ ہمہ عُمر زکوری نرہیدہ

واں دل کہ بجز از شرے گُلِ گلزارِ خدا جُست
سوگند تواں خورد کہ بُویش نشنیدہ

با نُور شدہ ہم نسبت آں نُور کہ بینیم
صد خور کہ بہ پیرامنِ او حلقہ کشیدہ

بے دولت و بدبخت کسانیکہ ازاں نُور
سرتافتہ از نخوت و پیوند بُریدہ

(از براہین احمدیہ مصنفہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی)

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ووکنگ انگلستان کی بےنظیر تصنیفات

خطبات عربیہ **قیمت** فی خطبہ ۳؍ مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ انگلستان۔ یہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرفت کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کے لئے انگلستان و آئرلینڈ و اسکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں اور لیکچر دیئے اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کرکے چھاپے گئے ہیں درج ہیں۔

(۱) سلسلہ خطبات عربیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات
(۲) 〃 〃 توحید - دعا - تصوف -
(۳) 〃 〃 خطباب عیدین -
(۴) دہریوں اور ملحدین کو خطاب
(۵) اسلام اور دیگر مذاہب
(۶) حقوق نسواں -

نوٹ:- مکمل سٹ چھ عدد خطبات مجلد عہ؍ بے جلد یک روپیہ عہ؍

لمعات انوار محمدیہ رسول الکریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسین معاشرت کا فوٹو - علمی ادبی تمدنی - اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع جس میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری و جناب مولوی صدر الدین صاحب بی اے - بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل - بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء و جناب مارمیڈیوک پکتھال و جناب ایس - ایچ لیڈر مصنف ڈیزرٹ و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہیں - اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے **قیمت** ۸؍ مجلد ۱۰؍

مروارید ثلاثہ:- یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں **قیمت مجلد** ۸؍

براہین نیرہ **حصہ اول** (معروف بہ زندہ و کامل الہام) اس میں دکھلایا گیا ہے کہ قرآن کریم خاتم و تمام و ناطق ایک الہامی کتاب ہے۔ جس میں تہذیب تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ **قیمت** ۱۲؍

ام الالسنہ (معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان) یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے - اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو - انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے - اس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل زبانیں اس سے نکلی ہیں - اور ابتدا میں سب ملکوں کے آبا و اجداد عربی الاصل تھے **قیمت** ۱۲؍

اسوۂ حسنہ (معروف بہ زندہ و کامل) اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے - یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ جسکو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا - کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں **قیمت** ۸؍

المشتہر خواجہ عبد الغنی مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا - لاہور

اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ انگلستان

قیمت سالانہ سات روپے

اس کا اردو ترجمہ

رسالہ اشاعت اسلام

قیمت سالانہ تین روپے

ایڈیٹرز خواجہ جمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی

مسلم پبلک میں اسلامک ریویو کسی معرفت کرانے کا محتاج نہیں صرف ہم برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ اس وقت اسی کے منافع پر انگلستان میں اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہے ہیں اس کا ہر ایک خریدار اب گویا بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا متکفل ہو جاتا ہے اگر برادران ملت کوشش کر کے انگریزی رسالہ کے پانچہزار اور اردو کے دس ہزار خریدار پیدا کر دیں تو ان کا منافع ہمارے ووکنگ کے اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کئی ہزار تک بلاد غربیہ میں مفت تقسیم ہو۔ اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شیدائی ہمیں پانچ روپے سالانہ بھیج دے تو ہم ان کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت تقسیم کر دینگے۔ کیا ملت بیضا کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں ایسے نہیں +

دوستو! اٹھو! جاگو! وقت کو غنیمت سمجھو! اسلامک ریویو ایک کامیاب ذریعہ اشاعت اسلام کا ثابت ہوا ہے اور بفضلہ تعالیٰ اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے اسکو مضبوط کرنے کی کوشش کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے اجر جزیل پاؤ + والسلام +

نوٹ ہر دو کا نمونہ ۲ کے ٹکٹ آنے پر مفت ارسال خدمت کیا جائیگا۔ کل درخواستہا خریداری بتہ ذیل پر آنی چاہئیں +

المشتہر خواجہ عبد الغنی مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور

... پریس ... لاہور میں باہتمام حافظ مظفر الدین صاحب کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا